قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 04 جون 2022ء | 04 ذوالقعدہ 1443 ہجری قمری | 04 احسان 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 109

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے قرآن کا ایک حرف بھی پڑھا اس کو اس کے پڑھنے کی وجہ سے ایک نیکی ملے گی اور اس ایک نیکی کی وجہ سے دس اور نیکیاں ملیں گی۔ پھر فرمایا: مَیں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

(ترمذی، کتاب فضائل القرآن باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن...)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

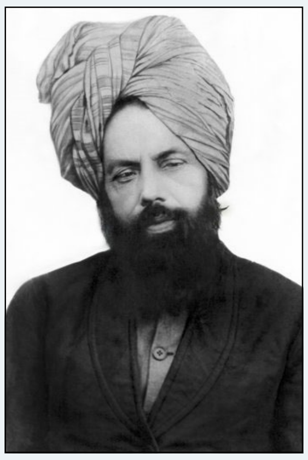

تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن شریف سے اعراض صوری یا معنوی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس میں اور اُس کے غیروں میں فرقان رکھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں کے عجائبات وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی معرفت بڑھتی ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کو وہ حواس اور قویٰ دیئے جاتے ہیں کہ وہ ان چیزوں اور اسرار قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے وہ ان باتوں کو سُنتا ہے کہ اوروں کو اُس کی خبر نہیں۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 443 ایڈیشن 1984ء)

قرآن شریف تدبر و تفکر وغور سے پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلۡعَنُہُ الۡقُرۡاٰنُ۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گذر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبّر وغور سے پڑھنا چاہیئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 199-200 ایڈیشن 1984ء)

قرآن شریف پر تدبر کرو اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ... یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 122 ایڈیشن 1984ء)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴿۱۸﴾

(القمر: 18)

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟

فرمان خلیفہ وقت

یہ زمانہ اب وہی ہے جب اور بھی بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ پڑھنے والی کتابیں بھی اور بہت سی آ چکی ہیں۔ اور بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ انٹرنیٹ وغیرہ ہیں جن پر ساری ساری رات یا سارا سارا دن بیٹھے رہتے ہیں۔ اس طرح ہے کہ نشے کی حالت ہے اور اس طرح کی اَور بھی دلچسپیاں ہیں۔ خیالات اور نظریات اور فلسفے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو انسان کو مذہب سے دور لے جانے والے ہیں اور مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ دنیا میں سارا معاشرہ ہی ایک ہو چکا ہے۔ قرآنی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی کی تعلیمات پر ہر جگہ عمل ہو رہا ہے۔ یہی زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اسی زمانے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قرآن کو متروک چھوڑ دیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی اس متروک شدہ تعلیم کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنا ہے اور آپ نے یہ رائج کرنا تھا بھی اور آپؑ نے یہ رائج کرکے دکھایا بھی ہے۔ آج ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے، ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی تعلیم پر نہ صرف عمل کرنے والا ہو، اپنے پر لاگو کرنے والا ہو بلکہ آگے بھی پھیلائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھائے۔ اور کبھی بھی یہ آیت جو مَیں نے اوپر پڑھی ہے کسی احمدی کو اپنی لپیٹ میں نہ لے۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ ہمارے ذہن میں ہونا چاہئے کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ ہم ہمیشہ قرآن کے ہر حکم اور ہر لفظ کو عزت دینے والے ہوں۔ اور عزت اس وقت ہو گی جب ہم اس پرعمل کر رہے ہوں گے۔ اور جب ہم اس طرح کر رہے ہوں گے تو قرآن کریم ہمیں ہر پریشانی سے نجات دلانے والا اور ہمارے لئے رحمت کی چھتری ہو گا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا (بنی اسرائیل: 83) اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا اور کسی چیز میں نہیں بڑھاتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 اکتوبر 2005ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- حُبُّ الۡوَطَنِ مِنَ الۡاِیۡمَانِ (منظوم)
- دامن تہذیب پر دھبہ نہ لگ جائے کہیں
- حاصل مطالعہ
- اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار
- بگ بینگ سے بگ کرنچ تک قرآن اور سائنس کی رو سے
- افطاری تے مہمان داری

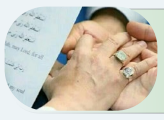

دربارِ خلافت

یہ عاجزانہ راہیں تھیں جنہوں نے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پس یہ وہ صبر کی حالت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم قائم رہو گے تو میرے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنو گے۔ ایسی صبر کی حالت میں کی گئی دعائیں میرے فضلوں کا وارث بنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو ضائع ہونے کے لئے نہیں چھوڑتا۔ جب مکمل انحصار خدا تعالیٰ پر ہوتا ہے تو وہ ایسے صبر کا بدلہ بھی ضرور دیتا ہے۔ فرمایا جب ایسا صبر اور استقلال پیدا ہو جائے تو پھر تمہاری دعائیں خدا تعالیٰ سنتا ہے۔ صبر کر کے بیٹھ نہیں جانا بلکہ صلوٰۃ کا بھی حق ادا کرنا ہے اور صلوٰۃ کیا ہے؟ صلوٰۃ نماز بھی ہے، دعائیں بھی ہیں جو آدمی چلتے پھرتے کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا بھی ہے، عاجزانہ طور پر درخواست کرنا بھی ہے، عاجزانہ طور پر خدا تعالیٰ کا فضل مانگنا بھی ہے۔ فرمایا اس قسم کی صلوٰۃ کا حق وہی ادا کر سکتا ہے جو مکمل طور پر عاجزی کی راہوں پر چلنے والا ہو۔ جس میں تکبر کی کچھ بھی رمق نہ ہو۔ جس کے اندر انانیت اور بڑائی کا کچھ بھی حصہ نہ ہو۔ اُس کی صلوٰۃ، صلوٰۃ نہیں ہے جس میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں۔ بیشک ایسا شخص نمازیں پڑھ رہا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کو اُس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اُنہی صبر کرنے والوں اور نمازیں پڑھنے والوں اور دعائیں کرنے والوں کی پرواہ کرتا ہے جو عاجزی میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کئے ہوئے ہیں جو کبھی نہ ٹوٹنے والا ہے۔ اس زمانے میں تو خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ’’تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں‘‘

(تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم)

یہ عاجزانہ راہیں تھیں جنہوں نے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں۔ پس ہم جو آپ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں، ہم نے اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا ہے، ہم نے اگر خدا تعالیٰ کی مدد سے حصہ لینا ہے، ہم نے اگر اپنے صبر کے پھل کھانے ہیں، ہم نے اگر اپنی دعاؤں کی مقبولیت کے نظارے دیکھنے ہیں تو پھر عاجزی دکھاتے ہوئے اور مستقل مزاجی سے خدا تعالیٰ کے حضور جھکے رہنا ضروری ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمیں شیطانی اور طاغوتی طاقتوں سے بھی بچا کے رکھے گی اور یہی چیز ہے جو ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرے گی اور یہی چیز ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے والا بنائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نہ سمجھو کہ یہ عاجزی کوئی آسان کام ہے۔ بہت سی اَنائیں، بہت سی ضدیں، بہت سی سستیاں، بہت سی دنیا کی لالچ، بہت سی دنیا کی دلچسپیاں ایسی ہیں جو یہ مقام حاصل کرنے نہیں دیتیں۔ فرمایا اِنَّھَا لَکَبِیۡرَۃٌ۔ یہ آسان کام نہیں ہے، یہ بہت بوجھل چیز ہے۔ وہ تمام باتیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں جو صبر اور صلوٰۃ کو اُس کی صحیح روح کے ساتھ اور عاجزی دکھاتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرتے ہوئے بجالانے سے روکتی ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ اُس کا بندہ اُس صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرے اور ایسی عبادت کے معیار بنائے جس میں ایک لحظہ کے لئے بھی غیر کا خیال نہ آئے۔ دنیاوی کاموں کے دوران بھی دل خدا تعالیٰ کے آگے جھکا رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ ایسی حالت پیدا کرنا آسان نہیں ہے، یہ بہت بوجھل چیز ہے۔ اور اس بوجھل چیز کو اُٹھانا بغیر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس کی مدد چاہو، اُس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے اُس کے آگے جھکو، کوشش کرو۔ لیکن یہ مدد اُس وقت ملے گی جب عاجزی اور انکساری بھی ہو گی۔ جب اس یقین پر قائم ہوں کہ اَنَّھُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّھِمۡ (البقرہ:47) یعنی کہ وہ اپنے ربّ سے ملنے والے ہیں۔ جب یہ یقین ہو گا تو پھر ہم صبر اور دعا کا حق ادا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے بھی ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو اپنے سامنے رکھنے والے بھی ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو صرف اپنے فائدے کے لئے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی وجہ سے اپنانے والے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی آگ کو اپنے سینے میں لگاتے ہوئے آپ کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں گے۔ اور یہی حقیقی حالت ہے جو ایک مومن کو مومن بناتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی یہی حقیقی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ جو اُس پر چلے گا تو یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران:32) کہ جو اس کو یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کا حقیقی مصداق بناتی ہے۔ یہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں بھی بڑھاتی ہے اور یہی محبت ہے جو پھر اِنَّھُمۡ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ کہ وہ اُس کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں، کا حقیقی ادراک بھی پیدا کرتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے والا انسان پھر ایک انسان بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جب ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں اور تُو ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سن لے، اور ہم میں عاجزی اور انکساری پیدا کر، ہمیں اس معیار پر لے کر آ، تو پھر صبر اور صلوۃ پر قائم رہنے کی بھی ہم نے کوشش کرنی ہے۔ پھر ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اگر کہیں اس میں، ہماری دعاؤں میں، ہماری کوششوں میں یا ہماری ظاہری عاجزی میں ہمارے نفس کی ملونی ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری یہ عاجزی کا احساس ہمارے نفس کا دھوکہ ہو۔ پس ہمیں اُن خٰشِعِیۡن میں شمار کر جو حقیقی خٰشِعِیۡن ہیں۔ ہمیں اُن عاجزی اور انکسار دکھانے والوں میں شمار کر جن کے بارے میں تیرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس عاجزی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُنہیں ساتویں آسمان تک اُٹھا لیتا ہے۔ ہمیں اس طرز پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما جس پر تیرے محبوب رسول کے عاشقِ صادق ہمیں چلانا چاہتے ہیں، اُن توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرما جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت سے کی ہیں۔

(خطبہ جمعہ 7/ جون 2013ء)

حُبُّ الۡوَطَنِ مِنَ الۡاِیۡمَانِ

(وطن سے محبت ایمان کا حصّہ ہے)

مری دھرتی، مرا ایمان، پاکستان پاکستان
ہے میرا دل، ہے میری جان، پاکستان پاکستان

اندھیری رات میں روشن، ستارہ تیرا ہر پل ہو
تُو صبحِ نو کا ہے اعلان، پاکستان پاکستان

تُو اُبھرے دنیا کے نقشے پہ بن کے امن کا داعی
بڑھائے اللہ تیری شان، پاکستان پاکستان

محبت کی لڑی میں سب کو رکھے گا پرو کر یہ
مرا جذبہ، مرا وجدان، پاکستان پاکستان

سدا اونچی رہے پرواز تیری اے وطن میرے
ہے عظمت تیری عالی شان، پاکستان پاکستان

نہ کوئی سندھی، پنجابی، بلوچی ہے، نہ ہی پختون
ہیں ہم سب ایک دل اک جان، پاکستان پاکستان

محبت کے دیے بشریٰ! سدا روشن رکھیں گے ہم
ہمارا ہے یہی ایمان، پاکستان پاکستان

بشریٰ سعید عاطف۔ مالٹا

اداریہ

دامن تہذیب پر دھبہ نہ لگ جائے کہیں

کچھ عرصہ قبل میرے ایک دوست ملک عدنان نے ایک نجی محفل میں گفتگو کی مناسبت سے یہ شعر پڑھا جو شاعر نے قوموں کو مخاطب ہو کر لکھا ہے۔

دامن تہذیب پر دھبہ نہ لگ جائے کہیں
پان کھا کر تھوکنا ہر جگہ اچھا نہیں

میں نے اپنے دوست سے یہ شعر سنتے ہی برجستہ اس پر آرٹیکل لکھنے کی اجازت چاہی جو دوست نے فراخدلی سے دے دی۔جس پر خاکسار قارئین الفضل کی عدالت میں حاضر ہے۔

ہرانسان کی دو زندگیاں ہوتی ہیں۔ ایک تو اس کی انفرادی زندگی اور ایک خاندانی و قومی زندگی۔ انفرادی زندگی کا اثر زیادہ تر خواہ وہ اچھا ہو یا برا اس کی ذات پر ہوتا ہے گو ایک انسان کا نیک یا بُرا ہونے کا اثر بھی قوم کی اجتماعیت پر منتج ہو رہا ہوتا ہے۔لیکن اس کے مقابل دوسری زندگی یعنی خاندانی، معاشرتی اور قومی زندگی بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے اس سے قومیں بنتی ہیں۔ اجتماعیت نظر آتی ہے۔ انسان کسی معاشرے میں داخل ہو جائے تو پہلی نظر میں بھانپ جاتا ہے کہ اس قوم کے طور طریق کیا ہیں۔ اگر وہ تمام کام ترتیب اور طریقے سے کر رہے ہیں تو اسے مہذب، تربیت وتعلیم یافتہ اور شائستہ قوم کہیں گے۔ جیسے یورپ میں ٹریفک ہے۔کیا ترتیب ہے۔ جسے دیکھ کر قوم کے منتظم ہونے کا پتہ چلتا ہے۔مگر ہمارے ایشیائی کلچر میں ٹریفک کی بے ترتیبی قوم کے انتشار کی نشان دہی کر رہی ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک غیر از جماعت دوست لاہور سے ربوہ آئے اور بہشتی مقبرہ میں ترتیب سے قبروں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ جس قوم کے مردے ترتیب سے لیٹے ہوں ان کے زندوں میں ترتیب کا کیا حال ہو گا۔ اور اس طرح اگر ارد گرد گند بھرا پڑا ہو اور لوگ گندگی اور بو میں زندگی بسر کر رہے ہوں تو ایسے شہر کو مظاہر ثقافت سے عاری شہر یا غیر مہذب اور غیر شائستہ قوم کہیں گے۔

تاریخ نے یہ بڑا واقعہ اپنے دامن میں محفوظ کر رکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے عراق پر صرف اس لئے حملہ کا حکم دیا کہ اس کے سب سے بڑے شہر کی جامع مسجد کے سامنے ایک گدھا مرا پڑا تھا اور اس کی بدبو نے سارے شہر کو متعفن کر رکھا تھا۔ نمازی آتے اور ناک پر رومال، کپڑا یا سر کے کپڑے کا پلو باندھ کر گزر جاتے اور کسی کو اسے اُٹھا کر پھینکنے اور دفن کرنے کی توفیق نہیں مل رہی تھی۔ بادشاہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ یہ قوم سو رہی ہے اگر حملہ کر و گئے تو کامیابی حاصل ہو گی۔تب بادشاہ نے حملہ کر کے عراق پر فتح پائی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار نے ایک ایلچی یا ایمبیسڈر صرف اس غرض کے لئے مسلمانوں کی طرف بھیجا تھا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا جائزہ لے کر بتائے کہ حملہ کرنا مناسب ہے بھی یا نہیں۔ اس نے آکر دیکھا کہ صحابہ رسولؐ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے ارد گرد جمع ہیں اور محبت اور فدائیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آنحضور ﷺ وضو کرتے ہیں تو یہ صحابہ وضو کا پانی زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ تبرک کے طور پر خود استعمال کرتے ہیں اور یہ صحابہ اپنے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کے ارد گرد حصار بنائے بیٹھے ہیں تو اس نے واپس جا کر اس طاقت کا ذکر کر کے اپنی قوم کو حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اسی طرح ایک جنگ پر کفار کے ایلچی نے اسی طرح کی محبت کا اظہار دیکھ کر اپنی قوم کو ان الفاظ میں مشورہ دیا تھا کہ وہ تو موتیں ہیں ان سے نہ لڑنا۔ کسی سکالر نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ انسان کی خوش اخلاقی، شائستگی، دینی و اخلاقی تہذیب کھانے کی میز پر ظاہر ہوتی ہے جہاں بڑے سے بڑا آدمی بھی کھانے کے لالچ میں اخلاقیات کی وہ تمام حدیں پھلانگ جاتا ہے۔جن کو اسلام نے آداب کے ساتھ باندھا ہے۔ ہم اپنے ایشیائی کلچر میں روزانہ ہی یہ مظاہرہ دیکھتے ہیں کہ سیاسی پارٹیوں کے اجتماعات اور کنونشنز پر جب کھانا کھلتا ہے تو تہذیب سے عاری لوگوں کی طرح وہ کھانے پر جھپٹتے اور ٹوٹ پڑتے ہیں۔

ہم یورپ میں بیٹھے اپنے پیارے ملک میں روزانہ کی ہڑتالوں، دھرنوں اور ان میں توڑ پھوڑ کی خبریں سن کر حیران ہو رہے ہوتے ہیں کہ جن علماء کے ہاتھ قوم کی رہنمائی کی لگام دی گئی ہے وہ مدرسوں کے بچوں کو سڑکوں پر لا کر توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ وہ جو 5 سال پڑھ کر مسیحائی کا سرٹیفکیٹ لیتے ہیں وہ ہسپتالوں میں مریضوں کو رلتا چھوڑ کر سڑکوں پر ڈیرے ڈالے نظر آتے ہیں۔ وہ جو کالا کوٹ پہن کر اصل میں قانون کے رکھوالے کہلاتے ہیں اور اس کی جنگ لڑتے ہیں وہ عدالتوں اور اپنے چیمبرز کو تالے لگا کر سڑکوں پر اپنے حقوق کی نہ صرف جنگ لڑتے ہیں بلکہ کرسیوں، میزوں کے ذریعہ اپنی طاقت کا برملا اظہار کرتے دکھلائی دیتے ہیں اور قانون کی خود ہی دھجیاں اڑا رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ Education is not only education but formation اس تعلیم کا کیا فائدہ جو اپنے آپ کو مہذب نہ بنا سکے اور نہ ہی دوسروں کو تہذیب کا گہوارہ بنا سکے۔ ان تمام غیر مہذبانہ، غیر شائستہ حرکات سے قوم کی اصل تصویر سامنے آرہی ہوتی ہے اور پاکستان کا ایک غلط امیج دنیا میں قائم ہو رہا ہوتا ہے۔

آنحضور ﷺ کے دور میں، آپ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں وہ اخلاق سے عاری اور شراب کے رسیا لوگ ایسے مہذب بنے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا خطاب دیا اور آج 1400 سال گزر جانے کے بعد بھی شدید سے شدید معاند اور دشمن اسلام بھی آپؐ اور آپؐ کے مبارک دور کے متبعین کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور اس امر کا علی الاعلان اظہار کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیم، امن ہی کی تعلیم ہے اور اس سلسلہ میں وہ صحابہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وہ مشہور واقعہ بھی ذہن میں لائیں جب آپ نے کسی بچے کو بارش میں کھیلتے دیکھ کر نصیحت فرمائی کہ بیٹا! ذرا احتیاط سے، کہیں گر کر چوٹ نہ لگ جائے۔ بچے نے برجستہ جواب دیا کہ امام صاحب آپ اپنی فکر کریں میرے گرنے سے تو صرف مجھے نقصان ہو گا مگر آپ کے گرنے سے قوم گر جائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے 52 سالہ دور میں احباب جماعت کو قومی زندگی گزارنے کی طرف متوجہ رکھا اور خوب کھول کر قوموں کی ترقی اور زوال کے طریق بتلائے کہ کن طریقوں کو اپنایا جائے تو قومیں ترقی کرتی ہیں اور کن طریقوں پر عمل پیرا ہو کر قوموں کو تباہی کے دہانے پر لے جایا جا سکتا ہے۔ آج قومیں، ادارے اور تمام جماعتیں، جماعت احمدیہ کی اجتماعیت سے کیوں خوف زدہ ہیں۔ کیوں اس امر کا بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ہم قوم نہیں ہم صرف بھیڑ ہیں۔ ہم اژدہام کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہمارا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ خلافت کا نہ ہونا ہے۔ وہ اجتماعیت کے لئے بار بار خلافت کا اعلان کرتے ہیں۔ کبھی خلافت کا تاج کسی کے سر پر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کوئی فورم بنا کر لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں۔ لیکن دنیا بھر میں صرف اور صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو ایک خلیفہ رکھتی ہے۔ جو ایک امام کی تابع ہونے کی دعویدار ہے۔ جو اس کے ایک اشارے کو اور ہر ادا کو سمجھ کر اس کی تابع ہو جاتی ہے۔

ہم نے بار ہا دیکھا اور غیروں کی زبان سے سنا کہ برطانیہ، جرمنی اور افریقی ممالک کے جلسہ ہائے سالانہ پر ہزاروں کی تعداد میں شاملین نہایت تہذیب کے ساتھ بیٹھے نظر آتے ہیں۔اگر دربارِ خلافت سے خاموش ہونے کا اعلان ہو جاتا ہے تو تمام مجمع ایسی خاموشی اختیار کرتا ہے جیسے ان کے سروں پر پرندے آبیٹھے ہیں۔خلافت خامسہ کے انتخاب کے موقع پر جب امام عطاء المجیب راشد صاحب نے حضور کا یہ ارشاد سنایا کہ حضور فرما رہے ہیں کہ بیٹھ جائیں تو ایم ٹی اے نے ایک ایسا نظارہ تا ابد کے لئے ریکارڈ کر لیا کہ شدید سردی میں ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے ٹھنڈی سڑک پر اور بعض ایک دوسرے کی گود میں بیٹھ گئے۔ یہ وہ اجتماعیت کی طاقت ہے جس سے دشمن خوفزدہ ہے اور یہی وہ تہذیب ہے، یہی وہ کلچر ہے، یہی وہ Way of Life ہے۔ یہی وہ ثقافت ہے یہی وہ ذہنی، اخلاقی اور روحانی ہم آہنگی ہے۔ یہی وہ اسلامی رسم و رواج ہیں جن کو لے کر جماعت پروان چڑھی ہے اور اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں ہے۔اس لئے ہمارے امام ہر خطبہ میں اصلاح احوال، اصلاح معاشرہ اور اصلاح نفوس کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ نیک، صالح افراد سے نیک قومیں بنتی ہیں اور بُرے اور بد اخلاق سے ایسی قومیں وجود میں آتی ہیں جن کے حصہ میں سوائے تباہی و بربادی کے کچھ نہیں ہوتا۔

اس لئے ہم سب کو اس اہم نکتہ کی طرف اپنے آپ کو متوجہ کرنا اور رکھنا ہے کہ میری معمولی غلطی کی وجہ سے کہیں جماعت پر دھبہ نہ لگ جائے۔ یہ ویسے ہی ہے جیسے دھوبی سے ایک چادر دُھل کر آئے جس پر کوئی دھبہ نہ ہو تو وہ بھلی لگتی ہے لیکن اگر ایک معمولی سا چھوٹا سا دھبہ لگ جائے تو اس کی خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے۔ پس جماعت احمدیہ کی چادر اخلاق اور اعمال صالحہ لئے بدیوں، بُرائیوں اور بد اخلاقیوں سے دھلی چادر ہے۔ اسے اپنے بُرے اعمال سے داغ دار کرنے سے ہم میں سے ہر ایک کو بچنا چاہئے۔ اور شاعر کے اس شعر کو حرز زبان بنائے رکھنے کا عزم کرنا چاہئے۔

دامن تہذیب پر دھبہ نہ لگ جائے کہیں
پان کھا کر تھوکنا ہر جگہ اچھا نہیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود رضی

بقیہ صفحہ 6 پر

انصر رضا۔ کینیڈا

حاصل مطالعہ

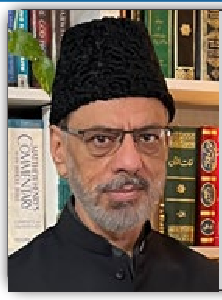

وفاتِ مسیحؑ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے چند اچھوتے نکات

فرشتے اور انسان ایک دوسرے کی جگہ آباد نہیں ہوسکتے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دومرتبہ یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ فرشتوں اور انسانوں کا الگ الگ مستقر ہے اور وہ ایک دوسرے کی جگہ پر آباد نہیں ہوسکتے۔سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اگر انسانوں کے پاس کوئی فرشتہ بطور رسول آتا تو وہ بھی انسان کا ہی وجود اختیار کرکے آتا۔وَلَوۡ جَعَلۡنٰہُ مَلَکًا لَّجَعَلۡنٰہُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسۡنَا عَلَیۡہِمۡ مَّا یَلۡبِسُوۡنَ(الانعام : 10)

ترجمہ :اور اگر ہم اُس (رسول) کو فرشتہ بناتے تو ہم اسے پھر بھی انسان (کی صورت میں) بناتے اور ہم ان پر وہ (معاملہ) مشتبہ رکھتے جسے وہ (اب) مشتبہ سمجھ رہے ہیں۔

اسی طرح سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا کہ اگر زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو ان پر رسول بھی فرشتہ ہی آتا۔چونکہ زمین پر انسان بستے ہیں اور ان میں مبعوث ہونے والے رسول کو ان کے درمیان ہی بسنا ہے لہٰذا ان میں فرشتہ بطور رسول مبعوث نہیں ہوسکتا کیوں کہ فرشتے زمین پر آباد نہیں ہوسکتے۔

قُلۡ لَّوۡ کَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوۡلًا (بنی اسرائیل :96)

ترجمہ: تُو کہہ دے کہ اگر زمین میں اطمینان سے چلنے پھرنے والے فرشتے ہوتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان سے فرشتہ ہی بطور رسول اُتارتے۔

قرآنِ کریم کی اس دلیل اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ اس سُنّت کی روشنی میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’انسان کا آسمان پر جاکر مع جسم عنصری آباد ہونا ایسا ہی سنّت اللہ کے خلاف ہے جیسے کہ فرشتے مجسم ہوکر زمین پر آباد ہوجائیں۔ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 24)

رفع عیسیٰ علیہ السلام - خدا کی طرف یا دوسرے آسمان کی طرف؟

’’پھر آیت میں تو یہ صاف لکھا ہے کہ عیسیٰ کا رفع خدا کی طرف ہوا۔ یہ تو نہیں لکھا کہ دوسرے آسمان کی طرف رفع ہوا۔کیا خدائے عزّ وجلّ دوسرے آسمان پر بیٹھا ہوا ہے؟‘‘

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 217)

آمدِ مسیح موعود - نزول یا رجوع؟

دنیا کی تمام زبانوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے والے کے لئے جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ اس لفظ سے مختلف ہوتا ہے جو اُس دوسری جگہ جاکر دوبارہ پہلی جگہ آنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اگر ایک شخص نقطہ الف سے نقطہ ب تک سفر کرے تو اُردو زبان میں اسے ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے والا کہتے ہیں۔لیکن اگر وہی شخص نقطہ الف سے نقطہ ب تک پہنچ کر دوبارہ نقطہ الف تک آئے تو اسے ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے والا نہیں بلکہ واپس آنے والا کہتے ہیں۔اسی طرح عربی زبان میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک جانے کو ’’نزول‘‘ جبکہ دوسرے مقام سے لوٹ کر پہلے مقام تک آنے کو ’’رجوع‘‘ کہتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے ہیں اور اب قُربِ قیامت میں آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے۔ زبان و بیان کے مذکورہ بالا قواعد کی رُو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان سے زمین پر آمد کو اُردو زبان میں ’’واپسی‘‘ اور عربی زبان میں ’’رجوع‘‘ کے لفظ سے ظاہر کیا جانا چاہئے تھا۔لیکن اس کے برعکس احادیثِ نبوی میں جس جگہ بھی مسیحؑ ابن مریمؑ کی قربِ قیامت میں آمد کی خبر دی گئی ہے وہاں ’’رجوع‘‘ کی بجائے ’’نزول‘‘ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر محض آ نہیں رہے بلکہ واپس آرہے ہیں کیونکہ وہ آسمان پر زمین سے ہی گئے تھے۔نزول اور رجوع میں فرق کی روشنی میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو اس طرح ثابت فرمایا ہے:

’’حضرت مسیحؑ کی آمد کے واسطے جو لفظ آیا ہے وہ نزول ہے اور رجُوع نہیں ہے۔ اوّل تو واپس آنے والے کی نسبت جو لفظ آتا ہے وہ رجُوع ہے اور رجُوع کا لفظ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کہیں نہیں بولا گیا۔دوم نزول کے معنے آسمان سے آنے کے نہیں ہیں۔نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 5 تاریخ اشاعت 20اگست 1960ء)

’’أتظنون أنَّ المسیح ابن مریم سیرجع الی الارض مِن السّماء ولا تجدون لفظ الرجوع فی کَلِمِ سیّد الرسل و أفضل الانبیاء۔ أأُلْهِمتم بهذا أو تنحِتون لفظ الرجوع مِن عند أنفسِكم كَالخَائنین؟ وَمِنَ الْمَعلُوم أن هٰذا هُو اللفظ الخَاص الذی یُستعمل لرَجُل یأتی بَعْد الذَّهاب۔ و یتوجّه من السَّفر الی الایاب، فهٰذا أبعدُ مِن أبلَغِ الْخَلقِ و امام الانبیاء أن یترك هٰهنا لفظ الرجوع و یَسْتَعْمل لفظ النزول ولا یتكلم كالفصحاء والبلغاء‘‘

(مکتوب احمد، روحانی خزائن جلد11صفحہ 150-151)

ترجمہ: ’’کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ مسیحؑ ابن مریم آسمان سے زمین پر واپس آئیں گے؟ حالانکہ سیّد الرسلؐ اور افضل الانبیاءؐ کے کلام میں رجوع کا لفظ پایا ہی نہیں جاتا۔کیا تمہیں یہ الہام ہوا ہے یا خیانت کرنے والوں کی طرح تم نے اس لفظ رجوع کو اپنے نفس سے گھڑ لیا ہے؟اور معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لفظ خاص طور پر اُس شخص کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو سفر کے بعد واپس آئے۔ پس یہ تمام مخلوقات میں سب سے فصیح و بلیغ شخص اور امام الانبیاءؐ سے بعید ترین ہے کہ وہ رجوع کا لفظ ترک کرکے نزول کا لفظ استعمال کریں اور فصیح و بلیغ لوگوں کی طرح کلام نہ کریں۔‘‘

حضرت عمرؓ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر یہ نہیں کہہ رہے کہ رسول اللہ ﷺ موسیٰؑ کی طرح اپنے رب سے ملنے گئے ہیں اور پھر نازل ہوں گے بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُسی طرح واپس آئیں گے جس طرح حضرت موسیٰؑ واپس آئے تھے:

’’ان رجالا من المنافقین یزعمون أن رسول اللّٰہؐ قد توفی، و ان رسول اللہ ما مات، ولکنہ ذھب الی ربہ کما ذھب موسی بن عمران، فقد غاب عن قومہ أربعین لیلۃ، ثم رجع الیھم بعد أن قیل مات، وواللہ لیرجعن رسول اللّٰہؐ کما رجع موسی، فلیقطعن أیدی رجال و أرجلھم زعموا أن رسول اللّٰہؐ مات۔‘‘

(السیرۃ النبویۃ لابن اسحٰق جلد 1-2 صفحہ 713، السیرۃ النبویہ لابن ہشّام جلد 4 صفحہ 306)

ترجمہ: منافقوں میں سے کچھ لوگ یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہوگئے ہیں۔حالانکہ وہ مرے نہیں بلکہ وہ اپنے رب کی طرف گئے ہیں جیسا کہ موسیٰ بن عمران گئے تھے۔پس وہ اپنی قوم سے چالیس راتیں غائب رہے تھے پھر ان کی طرف واپس آگئے تھے پھر اس کے بعد مرے تھے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ بھی ضرور واپس آئیں گے جس طرح موسیٰ واپس آئے تھے۔اور ضرور ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ مرگئے ہیں۔‘‘

حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کا اقرار

’’چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالاتفاق عبرانی النسل تھے اپنے زمانے کی قوم کے مطابق عبرانی زبان رکھتے تھے چنانچہ مصلوب ہونے کے وقت بھی بلند آواز سے عبری زبان میں رائج اس کلمہ کو ’’ایلی ایلی لما شبقتانی‘‘ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے چھوڑ دیا ہے زبان پر لائے۔‘‘

(ازالۃ الاوہام جلد اول صفحہ 113-114 از مولانا رحمت اللہ کیرانوی)

حیات و وفاتِ مسیحؑ کا اقرار یا انکار کفر تو کیا گمراہی بھی نہیں!

’’قادیانی صدہا وجہ سے منکر ضروریاتِ دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علی نبینا الکریم و علیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں، جو خود ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں۔‘‘

(الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی مصنف احمد رضا خان بریلوی صفحہ 5 سن تصنیف 1340ھ)

بڑے بڑے علماء کا وفاتِ مسیحؑ کے قائل ہونے کا اقرار

’’آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ بڑا ہی پُرفتن دور ہے، نسل انسانیت عموماً اور مسلمان خصوصاً قسم قسم کے فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ مسلمان بحیثیت مسلمان آج جتنے خطرناک حالات سے دوچار ہیں شاید ماضی کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی ہو، ہر سمت سے قصر اسلام پر فتنوں کی ایسی یلغار ہے کہ الامان والحفیظ! طرح طرح کے فتنے ظاہر ہو رہے ہیں، اعتقادی، عملی ظاہری اور باطنی، ہر ایک دوسرے سے بڑھتا جارہا ہے، مگر سب سے خطرناک فتنے وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہو، ان اعتقادی فتنوں میں سے ایک فتنہ عقیدۂ نزولِ مسیح علیہ السلام سے یکسر انکار کرنا یا کم از کم اس کی اساسی حیثیت تسلیم کرنے سے اعراض کرنا اور اس کو غیرضروری ماننا

بھی ہے حتیٰ کہ بعض ایسے اہل علم وقلم بھی جن کی رفعت شان کی طرف اگر ہم نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ان کے علم وعمل، فضل وکمال اور ان کی عظمت کو اپنی بے پناہ بلندی کی وجہ سے ہماری نگاہیں سر نہیں کرسکتیں وہ بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں۔۔۔ مولوی ابوالکلام آزاد صاحب، مولوی جار اللہ صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب سندھی وغیرہ کی تحریرات میں یہ چیز آئی اور مولانا آزاد نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ: ’’اگر یہ عقیدہ نجات کے لیے ضروری ہوتا تو قرآن میں کم از کم (واقیموالصلاۃ) جیسی تصریح ضروری تھی اور ہمارا اعتقاد ہے کہ کوئی مسیح اب آنے والا نہیں‘‘

(مقدمہ از سلیمان یوسف بنوری۔عقیدہ نزولِ مسیح علیہ السلام قرآن، حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں۔مصنف یوسف بنوری)

دیوبندی عالم کا اقرار

’’توفی‘‘ کا مطلب روح کو پورا پورا واپس لے لینا

’’اس سلسلے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہم اپنی بول چال میں موت کے لئے جو ’’وفات‘‘ کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے ایک لفظ ’’توفی‘‘ سے ماخوذ ہے۔قرآن کریم سے پہلے عربی زبان میں یہ لفظ ’’موت‘‘ کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔عربی زبان میں موت کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے تقریبًا چوبیس الفاظ استعمال ہوتے تھے لیکن ’’وفاۃ‘‘ یا ’’توفی‘‘ کا اس معنی میں کوئی وجود نہ تھا۔قرآن کریم نے پہلی بار یہ لفظ موت کے لئے استعمال کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں نے موت کے لئے جو الفاظ وضع کئے تھے وہ سب ان کے اس عقیدے پر مبنی تھے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔قرآن کریم نے ’’توفی‘‘ کا لفظ استعمال کرکے لطیف انداز میں ان کے اس عقیدے کی تردید کی کہ ’’توفی‘‘ کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا وصول کرلینا اور موت کے لئے اس لفظ کو استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ موت کے وقت انسان کی روح کو اس کے جسم سے علیحدہ کرکے واپس بلالیا جاتا ہے۔اسی حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے ’’سورۃ زمر‘‘ میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ انسانوں کی موت کے وقت ان کی روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو لوگ مرے نہیں ہوتے ان کی روحیں ان کی نیند کی حالت میں واپس لے لیتا ہے وہ پھر جن کی موت کا فیصلہ کرلیتا ہے ان کی روحیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک معین وقت تک چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں‘‘ (الزمر:42)‘‘

(دنیا کے اس پار صفحہ 25-26 از مفتی محمد تقی عثمانی ناشر ادارہ اسلامیات)

بشارت کے لئے مفصل اور بالکل واضح ہونا ضروری نہیں

’’اکثر لوگوں کے رسالوں میں حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت یہ اعتراض لکھا دیکھا ہے کہ حضرت کا ذکر اگلے انبیاؤں نے نہیں کیا۔سو پہلے میں پوچھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ کا ذکر کس کتاب میں ہے جو اُن سے پہلے کی ہو۔آپ ہی لوگوں کے اظہار سے ثابت ہے کہ موسیٰ سے پہلے کی کوئی کتاب دنیا میں نہیں ہے۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ دوسرے نبی کی نبوت کے ثبوت کے لیے پہلے نبی کا کہہ جانا کس برہان عقلی کی رو سے ضروری سمجھا جاتا ہے۔اگر کوئی اس کی ضرورت کی دلیل ہو تو بیان کیجئے۔ بلکہ برہان تطبیق اس امکان کو باطل ٹھہراتی ہے۔اس لیے کہ اس میں تسلسل لازم آتا ہے۔ بعد اس کے میں کہتا ہوں کہ پہلے نبی کو دوسرے نبی کی خبر دینا کس طرح سے چاہئے۔ آیا اس طرح کہ تمام خصوصیات دوسرے نبی کی بیان کرے جس طرح قبالجات وغیرہ اور چہرہ نویسی میں لوگوں کے لکھا جاتا ہے یا اس طرح کہ فہمیدہ آدمی اپنی اِلف اور عادت سے کنارے ہوکر جب غور کرے تو مطابق پاوے۔ پس اگر پہلی طرح کا خبر دینا مراد ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء کے لیے ایسی خبریں اگر کہیں سے نکلتی ہوں تو ہمیں بتادیجئے۔ اور اگر دوسری طرح کی خبر مراد ہے تو ہم سے لیجئے۔‘‘

(کتاب الاستفسار تالیف سیّد آل حسن موہانی صفحہ 323 ناشر دار المعارف اردو بازار لاہور)

’’اگر کوئی سابقہ پیغمبر آنے والے نبی کے متعلق کوئی خبر اور پیشینگوئی کربھی دے تو اس میں آنے والے نبی کے جملہ عادات وشمائل بیان نہیں کرتا تاکہ خواص وعوام کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور علامی مذکورہ کی بناء پر سب لوگ اس کو پہچان لیں۔ بلکہ اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں وہی نبی ہوں جس کی نبی سابق نے خبر دی اور وہ خود بھی اپنے ہم عصر یا بعد میں آنے والے نبی کی پیشینگوئی کرے تو عوام کا تو کیا ذکر خواص بھی اس کو جلدی سے نہیں پہچانتے۔‘‘

(ازالۃ الاوہام جلد دوم صفحہ 185 تالیف مولانا رحمت اللہ کیرانوی، اردو ترجمہ و تقدیم شرح وتحقیق مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی)

1884ء میں تحریر کردہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بات جسے آج ہم پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

’’آج کل ہمارے دینی بھائیوں مسلمانوں نے دینی فرائض کے ادا کرنے اور اخوت اسلامی کے بجالانے اور ہمدردی قومی کے پورا کرنے میں اس قدر سستی اور لاپروائی اور غفلت کر رکھی ہے کہ کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان میں ہمدردی قومی اور دینی کا مادہ ہی نہیں رہا۔ اندرونی فسادوں اور عنادوں اور اختلافوں نے قریب قریب ہلاکت کے ان کو پہنچا دیا ہے اور افراط تفریط کی بے جا حرکات نے اصل مقصود سے ان کو بہت دور ڈال دیا ہے جس نفسانی طرز سے ان کی باہمی خصومتیں برپا ہو رہی ہیں۔ اس سے نہ صرف یہی اندیشہ ہے کہ ان کا بے اصل کینہ دن بدن ترقی کرتا جائے گا اور کیڑوں کی طرح بعض کو بعض کھائیں گے اور اپنے ہاتھ سے اپنے استیصال کے موجب ہوں گے بلکہ یہ بھی یقینًا خیال کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی دن ایسا ہی ان کا حال رہا۔ تو ان کے ہاتھ سے سخت ضرر اسلام کو پہنچے گا۔ اور ان کے ذریعہ سے بیرونی مفسد مخالف بہت سا موقعہ نکتہ چینی اور فساد انگیزی کا پائیں گے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 315)

قرآن کی طرف توجہ کریں

’’یہ تباہی جو عملی اور اعتقادی لحاظ سے مسلمانوں پر آئی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑ دیا اور اس پر عمل کرنا ترک کردیا۔ اگر وہ قرآن کریم پر عمل کرتے تو جس طرح صحابہؓ ساری دنیا پر غالب آگئے تھے اسی طرح وہ بھی غالب آجاتے اور کفر اور شیطنیت کا نشان تک دنیا سے مٹ جاتا۔ میں نے اپنی جماعت کے دوستوں کو بھی بارہا توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں قرآن کریم کے درس کا باقاعدہ انتظام کریں۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک جماعتوں نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی حالانکہ قرآن کریم اپنے اندر اتنی برکات رکھتا ہے کہ قیامت کے دن رسول کریم ﷺ خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوکر کہیں گے کہ اے میرے خدا مجھے اپنی قوم کے افراد پر انتہائی افسوس ہے کہ میں نے تیرا محبت بھرا پیغام ان تک پہنچایا مگر بجائے اس کے کہ وہ تیرے پیغام کو سُن کر شادی مرگ ہو جاتے، بجائے اس کے کہ وہ اسے سن کر ممنون ہوتے، بجائے اس کے کہ اسے سن کر ان کے جسم کا ہر ذرّہ اور ان کے دل کی ہر تار کانپنے لگ جاتی، بجائے اس کے کہ وہ اس مژدۂ جانفزا کو سن کر عقیدت اور اخلاص سے اپنے سر جھکادیتے اِتَّخَذُوۡا ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَھۡجُوۡرًا انہوں نے تیرے پیغام کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور کہا کہ جاؤ ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ بیشک اندھی دنیا خدا تعالیٰ کے پیغام کے ساتھ یہی سلوک کرتی چلی آئی ہے مگر وہ دنیا جو یہ جانتی نہیں کہ خدا تعالیٰ کیا ہے اور اس کا رسول کتنی بڑی شان رکھتا ہے وہ جو کچھ کرتی ہے اسے کرنے دو۔ میں اس مؤمن سے یہ پوچھتا ہوں جو کہتا ہے کہ خدا ہے، جو جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی کیا عظمت ہے، جو سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بندے کو مخاطب کرنا خواہ وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ایک عظیم الشان انعام ہے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سنتا اور پھر اس کا جواب نہیں دیتا اور اس پر عمل کرنے کے لئے اس کے دل میں کوئی ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ بسم اللہ کی ب سے لے کر والنّاس کے س تک قرآن کریم کا ایک ایک کلمہ، اس کا ایک ایک لفظ اور اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لئے سلام کا پیغام لے کر آیا ہے اور اپنے اندر اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اگر اب بھی مسلمان خدا تعالیٰ کے پیغام کے جواب کے لئے تیار ہوجائیں اور اس کی اطاعت کے لئے اپنے دلوں کے دروازے کھول دیں تو یقینًا اُن کی دنیا بدل سکتی ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 484-485)

ایک ہی آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات کا ذکر

’’اس آیت میں پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ دلوک کے تین معنی ہیں۔اور ہر ایک معنی کی رو سے ایک ایک نماز کا وقت ظاہر کردیا گیا۔ (1) مالت وزالت عن کبد السماء یعنی زوال کو دلوک کہتے ہیں۔ اس میں ظہر کی نماز آ گئی (2) صفرت۔ جب سورج زرد پڑ جائے تو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔ اس میں نماز عصر کا وقت بتادیا گیا۔ (3) تیسرے معنی غَرَبت یعنی غروب شمس کے ہیں اس میں نماز مغرب کا وقت بتایا گیا ہے (4) غسق اللیل کے معنی ظلمۃ اول اللیل کے ہیں یعنی رات کے ابتدائی حصہ کی تاریکی۔ اس میں نماز عشاء کا وقت مقرر کردیا گیا۔ (5) قرآن الفجر کہہ کر صبح کی نماز کا ارشاد فرمایا۔ اس کے سوا کوئی اور تلاوت صبح کے وقت فرض نہیں ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر تفسیر آیت 79)

’’قرآنِ کریم میں ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ (بنی اسرائیل:78) اس کا عام ترجمہ یہ ہوگا ’’صلوٰۃ قائم کرو دلوکِ شمس سے غسقِ لیل تک۔ اور فجر کا قرآن‘‘۔ یہاں اگر دُلُوۡک کے معنی عام حرکت کے لئے جائیں تو اس میں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کا سارا وقت آجاتا ہے۔ اور قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ طلوع آفتاب سے پہلے، اور غَسَقِ الَّیۡلِ غروب آفتاب کے بعد۔ یعنی اس طرح اس آیت میں سونے کا وقت نکال کر باقی دن رات کا سارا وقت آجاتا ہے۔ مفہوم ظاہر ہے کہ صلوٰۃ کے لیے یہ سارا وقت تمہارے لئے کھلا رکھا ہے۔ اور اگر دُلُوۡک کو زوالِ آفتاب سے غروب تک مقید کردیا جائے تو پھر (اوپر کے مفہوم کی رو سے) طلوع آفتاب سے لے کر اس کے نصف النہار تک پہنچنے کا وقت خارج ہوجائے گا۔ دوسری جگہ صلوٰۃ کے لئے طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ (ہود:115) کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی دن کے دونوں کناروں اور رات کے (ابتدائی) حصوں میں۔ دن کے دونوں کنارے فجر اور مغرب ہیں اور رات کے ابتداء حصے غَسَقِ الَّیۡلِ سورۃ نور میں

صَلٰوۃُ الۡفَجۡرِ اور صَلٰوۃُ الۡعِشَآءِ (النور:59) کا خصوصیت سے نام لیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول قرآن کریم (رسول اللہؐ) کے زمانے میں ان دونوں اوقات میں اجتماعات صلوٰۃ ہوتے تھے۔''

(لغات القرآن زیر لفظ د ل ک از غلام احمد پرویز)

تبلیغ میں کوتاہی شرک کا رنگ رکھتی ہے

''اللہ تعالیٰ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آیاتِ الٰہیہ کا انکار اور تبلیغ میں کوتاہی بھی اپنے اندر شرک کا ہی ایک رنگ رکھتی ہے۔ کیونکہ آیاتِ الٰہیہ کا انکار وہی شخص کرتا ہے جو ڈرتا ہے کہ اگر میں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تو لوگ میری مخالفت کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ اسی طرح تبلیغ سے وہی شخص بھاگتا ہے جو لوگوں کی مخالفت اور ان کی ایذا رسانی سے گھبراتا ہے اور یہ دونوں چیزیں اپنے اندر شرک کا ایک رنگ رکھتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے نصیحت فرمائی کہ تم مشرکوں میں سے مت بنو۔ دلیری سے آیاتِ الٰہیہ پر ایمان لاؤ۔ اور پھر دلیری سے اُن کی دنیا میں اشاعت کرو۔ اور اپنی نگاہیں ہمیشہ آسمان کی طرف بلند رکھو۔ زمینی لوگوں سے مت ڈرو کہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 565 زیر تفسیر سورۃ القصص آیت 88)

مرزا غلام احمدؑ نے ختم نبوت کا انکار نہیں کیا!

''مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضورؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوۃ کا یہ معنی بیان کیا کہ حضورؐ نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپؐ کی نبوت کی مہر ہو گی۔ مرزا غلام احمد اپنی تشریح میں ختم نبوت مرتبی کا عقیدہ رکھتا تھا اور ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی کے متوازی سمجھتے ہوئے ختم نبوت مرتبی کا اقرار اور ختم نبوت زمانی کا انکار کرتا تھا۔ اس کے ذہن کے مطابق یہ دو متقابل نظریات تھے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کے پیرو ختم نبوت مرتبی کا اقرار اور ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔''

(مقدمہ تحذیر الناس از علامہ ڈاکٹر خالد محمود صفحہ 16 ناشر ادارہ العزیز گوجرانوالہ جنوری 2001ء)

ختم نبوت مرتبی میں ختم نبوت زمانی سے عقیدت زیادہ ہے

''مسلم عوام حضور اکرم ﷺ کے مرتبہ و شان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب وہ قادیانی مبلغین سے سنتے ہیں کہ ختم نبوت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر سارے کمالات ختم مانے جائیں اور یہی حضورؐ کی ختم نبوت ہے تو کئی عوام جوشِ عقیدت میں قادیانیوں کے پنجۂ الحاد میں آ جاتے ہیں۔ ختم نبوت زمانی کتنا پختہ عقیدہ کیوں نہ ہو ختم نبوت مرتبی میں عقیدت بہرحال زیادہ ہے اور وہ ظاہر میں لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے۔''

(ایضاً صفحہ 17)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ختم نبوت زمانی کا اقرار

''چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لیے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپؐ کے زمانے کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپؐ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام ان کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لیے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ پر ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 90-91)

مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی ختم نبوت زمانی سے مراد

''غرض خاتمیت زمانی سے یہ ہے کہ دینِ محمدیؐ بعد ظہور منسوخ نہ ہو علوم نبوت اپنی انتہاء کو پہونچ جائیں۔ کسی اور نبیؐ کے دین یا علم کی طرف پھر بنی آدم کو احتیاج باقی نہ رہے۔''

(مناظرہ عجیبہ صفحہ 58 ناشر مکتبہ قاسم العلوم کراچی)

سوادِ اعظم سے مراد بیاضِ اعظم

''ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ میں ممبران کی کمیٹی قائم ہے اور کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے اور اس کو سوادِ اعظم سے تعبیر کرتے ہیں اس ہی معنی کو بنا جمہوریت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا سوادِ اعظم سے مراد تو بیاضِ اعظم ہے یعنی نورشریعت جس جماعت میں ہو (اگرچہ وہ قلیل ہو) مگر لوگوں کو ایسی ہی باتوں میں سواد (مزہ) آتا ہے۔''

(ملفوظات حکیم الامت اشرف علی تھانوی صفحہ 70 ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سن اشاعت جمادی الاولیٰ 1423ھ)

دو چار متبع سنت ہی مقبول ہوں گے ہزاروں بدعتی نہیں

''مولف نے الفاظ ہی یاد کر لئے ہیں معنی تو کسی سے پڑھے ہی نہیں یہ سمجھ لیا کہ جس کام میں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالانکہ مبتدعین فسق متبعین سنت سے زائد ہیں اس زمانہ میں ہزار گنا کی نسبت ہو گئی اور حدیث لا یزال طائفۃ من امتی جو ابھی لکھی گئی ہے اور حدیث بدء الاسلام غریبا و سیعود کما بدء فطوبی للغرباء اور مثل اس کی سب کو پس پشت ڈال دیا ہے کہ ان احادیث میں طائفہ اور غرباء کی مدح ہو رہی ہے۔ اب اپنے حسب بدعت ان کو رد کر دے تو اس سے عجب نہیں سو سنو کہ ان احادیث سے تو یہ مراد ہے کہ جسوقت میں تمام دنیا میں حب دنیا و جاہ و اتباع ہوئی ہو جاویگا اس وقت میں وہی دو چار متبع سنت مقبول ہوویں گے ان کو طوبیٰ ہو۔''

(براہین قاطعہ صفحہ 170 از خلیل احمد سہارنپوری ناشر دار الاشاعت کراچی اشاعت اول مارچ 1987ء)

حضرت عیسیٰؑ جہاں فوت ہوں گے وہاں دفن نہیں ہوں گے

''بعض روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں اپنی عمر کے آخری حصے میں پہنچیں گے تو حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے جائیں گے۔ وہاں سے واپس آ رہے ہوں گے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان انتقال فرما جائیں گے۔ چنانچہ ان کی نعش مبارک مدینہ منورہ لائی جائے گی اور روضۂ اقدس میں حضرت عمرؓ کے پہلو میں دفن کئے جائیں گے۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح از علامہ شیخ القاری علی بن سلطان محمد القاری۔ اردو ترجمہ از مولانا راؤ محمد ندیم جلد دہم۔ حاشیہ صفحہ 709 باب فضائل سیّد المرسلین ﷺ)

لازم نہیں کہ نبی وہیں دفن ہو جہاں فوت ہو

''پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں، آپ ﷺ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ ﷺ کا بستر تھا۔ (ترمذی)۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کی وفات کی جگہ ہی ہو بلکہ صرف وفات کی جگہ میں دفن کی جگہ پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اگر دوسرے لوگ اپنے ارادہ یا کسی عذر کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے۔''

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ۔ تالیف مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ 263-264 ناشر زمزم پبلشرز کراچی، اکتوبر 2003ء)

بقیہ: دامنِ تہذیب پر دھبہ نہ لگ جائے کہیں…… از صفحہ 3

اللہ عنہ اس بارہ میں فرماتے ہیں۔

''1924ء میں میں انگلستان تبلیغ اسلام کے مواقع دیکھنے کے لئے گیا تو میں نے اس وقت وہی لباس پہنا ہوا تھا جو میں ہندوستان (قادیان) میں پہنتا تھا اور یورپین لوگ نہ صرف یہ کہ اس لباس کو ذلیل سمجھتے ہیں بلکہ چونکہ ان کا رات کا لباس ایسا کھلا ہوتا ہے جیسے ہماری شلوار قمیص، وہ اس لباس کو رات کے وقت پہنتے ہیں۔ اسلئے وہ کسی کے سامنے نہیں آتے۔ ایک دن ہمارے مبلغ انچارج میرے پاس آئے اور بڑی تشویش سے کہنے لگے کہ آپ کے اس لباس کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کو بہت ٹھوکر لگ رہی ہے آپ اگر پتلون نہیں پہن سکتے تو کم از کم علی گڑھ فیشن کا گرم پاجامہ پہن لیں اور قمیض کو اس کے اندر ٹھونس لیا کریں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آخر میں ایسا کیوں کروں ان لوگوں کو میرے قومی لباس پر اعتراض کرنے کا حق کیا ہے؟ مبلغ صاحب نے کہا کہ حق ہو یا نہ ہو بہرحال اس سے بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور ہماری قومی تحقیر ہوتی ہے۔ اسی دن مجھے ملنے کے لئے لندن کے اورینٹل کالج کے پرنسپل سرڈینی سن راس اور کچھ اور بڑے بڑے آدمی آئے۔ میں نے ان کے سامنے یہی سوال رکھا اور کہا کہ کیا آپ لوگ اس لباس کو ذلیل سمجھتے ہیں؟ جیسا کہ یورپین تہذیب ہے انہوں نے کہا نہیں نہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کے لباس کو بڑا اچھا سمجھتے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا کہ محض مغربی تہذیب کے نتیجہ میں یہ ایسا کہہ دیتے ہیں لیکن ان کے دل میں یہ بات نہیں۔ میں نے پھر اصرار کیا کہ آپ میرے دوست ہیں سچ سچ بتائیے کہ آپ کی قوم پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟ اس پر انہوں نے کہا کہ سچ بات تو یہی ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ اس لباس میں لوگوں کے سامنے آنے کو بُرا سمجھتے ہیں اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سرڈینی سن راس علی گڑھ اور کلکتہ میں بھی پروفیسر رہ چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ سرڈینی سن راس! آپ یہ بتائیں جب آپ ہمارے ملک (ہندوستان) میں تھے تو کیا آپ شلوار قمیض اور دھوتی پہنا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا تو پھر آپ یہ بتائیں کہ آپ ہمارے ملک میں آ کر اپنا ہی لباس رکھیں تو حرج نہیں تو ہم آپ کے ملک میں آ کر اپنا لباس رکھیں تو یہ بُری بات ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 386-387)

(ابو سعید)

علامہ ایچ ایم طارق

جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار

قسط 5

پریس میں کانفرنس کا چرچا اور شاملین کے تاثرات

اس مذاہب عالم کانفرنس کو لندن اور یورپی ممالک کے میڈیا میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی جن میں حضور انور کی طرف سے کی گئی قیام امن کی کوششوں کو سراہا گیا۔ چند شاملین میں سے تاثرات یہ ہیں:

Stein Villumstad یورپین کونسل فار ریلیجس لیڈرز کے جنرل سیکرٹری نے کہا کہ ’’اس طرح مل جل کر بیٹھنا اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ایک دوسرے کی بات کو حوصلے سے سننا اور پھر سب کا یہ تسلیم کرنا کہ ہم سب امن کے خواہاں ہیں۔‘‘

انگلستان میں گریناڈا (Grenada) کے ہائی کمشنر He Joselyn Whiteman نے کہا کہ ’’یہ بہت زبردست تقریب تھی۔ یہ بات کہ اتنے سارے مذاہب ایک ہی چھت کے نیچے اس طرح اکٹھے ہو سکتے ہیں جہاں ہمارے ایمانوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ وہاں یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آج کل دنیا کے مسائل کے حل کے لئے لوگوں کو اکٹھا کس طرح کیا جاسکتا ہے۔‘‘

Mak Chishty، جو لنڈن میں میٹروپولیٹن پولیس میں کمانڈر ہیں نے کہا کہ ’’مجھے آج کی تقریب میں یہ بات اچھی لگی کہ ہر کسی نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔‘‘

یورپین پارلیمنٹ میں لندن کے نمائندے Dr. Charles Tannock MEP نے برملا کہا: ’’مستقبل میں اس رستہ کو اپنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ ہم سب خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے لڑتے چلے جائیں۔‘‘

Berridge انگلستان کی پارلیمنٹ کی ’’آل پارٹی پارلیمنٹری گروپ‘‘ (APPG) آن انٹرنیشنل فریڈم آف ریلیجن کی چیئر پرسن ہیں نے کہا: ’’مجھے آل پارٹی گروپ برائے مذہبی آزادی کی چیئرمین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ میں جانتی ہوں کہ احمدیہ کمیونٹی کس طرح دوسروں کی فلاح و بہبود کے لئے خدمات کرتی چلی جارہی ہے۔‘‘

Kay Carter جو انگلستان کی پارلیمنٹ کے آل پارٹی پارلیمنٹری گروپ (APPG) آن انٹرنیشنل فریڈم آف ریلیجن کے ممبر ہیں نے کہا کہ ’’امام جماعت احمدیہ نے جو کہا کہ تمام مذاہب میں بنیادی بات ایک ہی نظر آتی ہے یعنی محبت، رواداری اور امن۔‘‘

ناروے کی ایک سیاسی پارٹی Christian Republic کے Billy Tranger نے کہا کہ ’’امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطاب کے آخر میں ایک بہت ہی اہم پیغام دیا ہے کہ ہم سب کو مل کر امن کے قیام کے لئے کام کرنا چاہیے۔ یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم کے پروفیسر Prof. Dr. T.Sunier نے کہا کہ ’’امام جماعت احمدیہ نے بڑے واشگاف الفاظ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام اور قرآن کی تعلیمات تشدد کی بجائے امن کے قیام پر زور دیتی ہیں۔‘‘

آئرلینڈ سے ایک شامل ہونے والے نے کہا کہ ’’میں اس کانفرنس میں شامل ہوا اور یہاں پر جو پیغام مجھے ملا ہے اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔‘‘

جہانگیر سارو صاحب جو یوروپین کونسل آف ریلیجیس لیڈرز سے تعلق رکھتے ہیں نے کہا کہ ’’میں مذہباً زرتشتی ہوں۔ میں اس تقریب سے بہت متأثر ہوا ہوں۔‘‘

رابن ہسّی جو (مذہبی تعلیمات کے استاد ہیں) نے کہا کہ ’’اس قدر روحانیت سے پُر یہ تقریب ہو گی مجھے نہیں معلوم تھا۔‘‘

Canon Dr.Cane نے کہا: ’’کچھ عرصہ پہلے لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ ہمیں مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات حتمی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ یہ بات سراسر بے بنیاد ہے۔‘‘

بیلجیم کی یونیورسٹی آف Antwerpen سے Dr Lydia نے کہا کہ ’’اسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیمات کے حوالہ سے امام جماعت احمدیہ کے خطاب سے وہ بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ Santiago Catala Rubio (سنتی آگو کتالہ روبیو) صاحب (میڈرڈ یونیورسٹی میں ریلجنز کے پروفیسر اور کئی کتابوں کے مصنف) نے کہا کہ ’’احمدیہ مسلم جماعت کا نعرہ ’’محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں‘‘ تمام مذاہب کا خلاصہ ہے۔‘‘

میگِل گارسیا (Miguel Garcia) نے کہا کہ ’’یہ انتہائی مثبت قدم تھا۔ مَیں جماعت احمدیہ کو اس تقریب کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔‘‘

خلافت خامسہ میں تحریک وقف نو کے بابرکت پھل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی جاری فرمودہ واقفین نو کی تحریک اپنے آغاز 3 اپریل 1987ء سے بلوغت کے بعد خلافت خامسہ میں ایک باشعور ذمہ دار عمر کو پہنچ چکی ہے اور یہ پودا اپنے پھل دینے لگا ہے۔

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنی خلافت کے آغاز سے خلافت رابعہ کے اس پودے کو خوب سینچا اور اس تحریک کے نونہالوں کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بلوغت میں قدم رکھتی اس نسل کی پرورش اور تربیت کے لیے ہر لحہ نگرانی اور رہ نمائی فرمائی۔

الغرض اس تحریک کا بچہ بچہ اپنے دو محبوب خلفاء کی پدرانہ شفقت کے سایہ تلے پل کر جوان ہوا ہے جنہوں نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود ان واقفین نو پر توجہ کرتے ہوئے اپنی صحبت میں ایسی رہ نمائی کی ہے کہ وہ اپنے حقیقی مقصد کو پانے والے ہوں اور وقف کی اہمیت کے ساتھ آئندہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے صحیح رنگ میں خلافتِ احمدیہ کے سلطان نصیر اور جماعتِ احمدیہ کے خدمت گار بننے والے ہوں۔

اس کے لیے خطبات جمعہ، بر اجتماعات وقف نو اور پھر دیس بدیس وقف نو کلاسز میں ان واقفین نو کو برکت بخشی اور بیش بہا قیمتی نصائح سے نوازا بلکہ ہر موقع پر واقفین نو کا ایک علیحدہ تشخص قائم فرمایا ان پر شفقت کی نظر ڈالی اور انفرادی ملاقاتوں میں بھی ان پر خصوصی توجہ فرمائی تا وہ اپنے اصل مقام کو سمجھنے والے ہوں اور جماعت کے ہر طبقہ اور ہر ملک سے آنیوالے یہ واقفین اس صدی کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کیا جانے والا بہترین تحفہ ثابت ہوں۔ آمین

27 جون 2003ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں واقفین نو کے والدین کو توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آئندہ۔۔۔مبلغین کی بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے اس لیے اس نہج پر تربیت کریں کہ بچوں کو پتہ ہو کہ اکثریت ان کی تبلیغ کے میدان میں جانے والی ہے۔ (بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 22 اگست 2003ء صفحہ 5 تا 8)

چنانچہ اس وقت دنیا بھر میں کل پچھتر ہزار پانچ سو بائیس 75522 واقفین نو میں سے چوالیس ہزار چھ سو ستانوے 44697 واقفین نو لڑکے اور تیس ہزار آٹھ سو پچیس 30825 واقفات نو لڑکیاں ہیں۔ اس وقت پاکستان بھر میں ایک سو آٹھ 108 شعبہ جات میں اٹھارہ سو بتیس 1832 واقفین نو اور سات سو ستائیس 727 واقفات نو کل دو ہزار پانچ سو انسٹھ 2559 اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میدان عمل میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ جن میں سے آٹھ سو اکاون 851 جامعہ احمدیہ میں، اٹھاسی 88 مدرسۃ الظفر میں، ایک سو اناسی 179 اکاؤنٹس کے شعبہ میں، ایک سو چوون 154 کمپیوٹر سائنس میں، ایک سو چھبیس 126 ایجوکیشن میں، چورانوے 94 حفاظ قرآن، بانوے 92 میڈیکل کے شعبہ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

صرف (ربوہ) پاکستان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد میدان عمل میں کام کرنیوالے واقفین نو کی تعداد ایک ہزار پانچ سو پچانوے 1595 ہے جن میں آٹھ سو انیس 819 مربیان سلسلہ، ستاسی 87 معلمین سلسلہ، سات 7 نائب وکیل یا نائب ناظر، دو سو آٹھ 208 اساتذہ، بتیس 32 ایم اے انتظامیہ، تین سو ساٹھ 360 کارکنان دفاتر، بتیس 32 نرسنگ پیرا میڈیکل سٹاف، اٹھارہ 18 ڈاکٹرز و سائیکالوجسٹ، دو 2 ہومیو ڈاکٹرز، آٹھ 8 فارماسسٹ، چھ 6 انجنیئرز، دو 2 ڈسپنسر، ایک 1 ڈینٹسٹ، پانچ 5 فزیوتھراپسٹ، سات 7 لیبارٹری ٹیکنیشن، سات 3 لائبریری سائنس میں خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔

دنیا کے ایک سو بارہ 112 مختلف شعبہ جات میں دو ہزار چار سو اٹھہتر 2478 واقفین نو زیر تعلیم ہیں جو آئندہ جماعت احمدیہ کی خدمت کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔

پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں تین ہزار ایک سو نواسی 3189 واقفین نو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اہم شعبہ جات میں سرگرم عمل ہیں اور تین ہزار دو سو ستاون 3257 واقفین نو مختلف شعبہ جات میں زیر تعلیم ہیں۔

نئے جامعہ احمدیہ (یونیورسٹیز) کا قیام

احباب جماعت کی تعلیم و تربیت وہ اہم پہلو ہے جس کے لئے مربیان سلسلہ کی تیاری کے لئے قادیان میں پہلے مدرسہ احمدیہ اور پھر جامعہ احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد دوسرا جامعہ احمدیہ ربوہ میں قائم ہوا۔ خلافت رابعہ میں تیسرا جامعہ احمدیہ بنگلہ دیش میں شروع ہوگیا۔ خلافت خامسہ کا بابرکت دور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریک وقف نو کے پھل تیار ہونے کا بھی دور ہے اس میں واقفین نو کی فوج ظفر موج کثیر تعداد میں دینی و تعلیمی تربیت کے بعد میدان عمل میں آنے لگی اس سلسلہ میں جماعتی ضرورت کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے 19 سالہ عہد میں دنیا بھر میں آٹھ 8 نئے بڑے جامعات قائم ہونے کے بعد اب ان کی تعداد گیارہ 11 ہو چکی ہے۔ نئے جامعات کینیڈا۔ یوکے، جرمنی، گھانا انٹرنیشنل سیرالیون، بنگلہ دیش، ، بورکینا فاسو، یوگنڈا کے ممالک میں قائم ہوئے ہیں۔

ان جامعات سے ایسے مربی اور مشنری فارغ التحصیل ہوتے ہیں جو دنیا بھر میں پھیلے افراد جماعت کی تعلیم و تربیت اور اشاعت اسلام کی ذمہ داری بھی ادا کرتے ہیں۔

خلافت خامسہ میں خدمت انسانیت

حضرت مسیح موعودؑ نے شرائط بیعت میں نویں شرط یہ رکھی تھی کہ ’’عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔‘‘

جس پر جماعت احمدیہ اور اس کے افراد خدا کے فضل سے صدق دل سے عمل پیرا رہتے ہیں۔ خلافت خامسہ میں خدمت انسانیت، تعلیم اور صحت وغیرہ کے شعبوں میں بھی غیر معمولی مساعی عمل میں آچکی ہیں۔

نصرت جہاں سکیم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی جاری فرمودہ نصرت جہاں سکیم کے تحت بھی مغربی افریقہ کے مختلف ممالک میں گزشتہ 19 سالوں میں بھی دکھی انسانیت کی امداد کی جارہی ہے چنانچہ اس کے تحت بارہ 12 ممالک میں سینتیس 37 ہسپتالوں اور کلینکس میں پچاس 50 سے زائد ڈاکٹرز خدمت خلق کا مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ خلافت خامسہ میں تین سو 300 سے زائد نئے سکول کا قیام عمل میں آیا اور اب اس سکیم کے تحت چھ سو اسی 680 سے زائد سکولز غریب ممالک میں علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

ہیومینٹی فرسٹ

ہیومینٹی فرسٹ کا آغاز خلافت رابعہ میں 1995 میں ہوا تھا خلافت خامسہ کے انیس 19 سالوں میں اس ادارہ نے بھی خدمت انسانیت میں نئی منازل طے کی ہیں۔ IAAAE جہاں امدادی اور فنی ضروریات مہیا کرتی ہے ہیومنٹی فرسٹ ان منصوبوں کے لئے وسائل فراہم کرتی ہے۔ اس وقت ہیومنٹی فرسٹ ساٹھ 60 ممالک میں رجسٹر ہو کر خدمت انسانیت کے کاموں میں عالمی سطح پر غیر معمولی خدمت کی توفیق پا رہی ہے چنانچہ اس عظیم الشان ادارہ کے ذیلی 8 شعبہ جات 1۔ نالج فار لائف 2۔ واٹر فار لائف 3۔ فوڈ سیکیورٹی 4۔ گلوبل ہیلتھ 5۔ آرفن کیئر 6۔ دنیاوی آفات میں امداد 7۔ گفٹ آف سائٹ 8۔ کمیونٹی کیئر کے تحت لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر کی دکھی انسانیت کی مدد کی جاچکی ہے۔ جس کا مختصراً جائزہ درج ذیل ہے۔

1۔ نالج فار لائف:

نالج فار لائف پروجیکٹ کے تحت دنیا بھر میں انسٹھ 69 سکول، بائیس 22 ٹریننگ سنٹرز، قائم کیے جا چکے ہیں جن سے دو لاکھ چھتیس ہزار چار سو 236400 بچے اور ستاسٹھ ہزار پانچ سو 67500 نوجوان علم کی روشنی حاصل کر چکے ہیں۔ ان ٹریننگ سنٹرز سے مختلف قسم کے ہنر سیکھ کر نوجوان اپنے کاروبار شروع کر کے اپنے روزگار کا انتظام کر رہے ہیں۔

اسی طرح اس شعبہ کے تحت ورچوئل یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ بھی جاری ہے۔ اس پروگرامکے تحت پاکستان میں ضلع تھرپارکر کی تین 3 تحصیلوں میں اب تک پانچ 5 پرائمری سکولز کا اجراء کیا گیا جس کے ذریعہ کل پانچ سو پچھتر 575 بچوں کو پندرہ 15 اساتذہ کے ذریعہ بنیادی تعلیم کی سہولت مہیا کی جارہی ہے۔

2۔ واٹر فار لائف

اس شعبہ کے تحت مختلف ممالک میں چار ہزار ایک سو اکسٹھ 4161 کنوئیں، واٹر پمپس اور سولر پول نصب کیے گئے ہیں جن سے پینتالیس 45 لاکھ سے زائد افراد فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پاکستان میں تھرپارکر اور چترال کے اضلاع میں اب تک ایک ہزار پچھتر 1075 میٹھے پانی کے کنوئیں لگائے گئے جس سے کل آٹھ لاکھ چوراسی ہزار سولہ 884016 افراد اور ستائیس لاکھ اٹھہتر ہزار آٹھ سو پینسٹھ 2778865 مویشی مستفیض ہو رہے ہیں۔

پاکستان کے پانچوں صوبوں کے اٹھارہ 18 اضلاع میں نو سو سینتالیس 947 نلکا جات لگائے گئے۔ جن سے چھ لاکھ ستاسی ہزار نو سو پندرہ 687915 افراد اور دو لاکھ انچاس ہزار چار سو اکاسی 249481 مویشی استفادہ کر رہے ہیں۔

آزاد کشمیر کے ضلع کوٹلی میں چھبیس 26 واٹر الیکٹرک پمپ لگائے گئے اور اس علاقہ کے احمدی و غیر از جماعت تمام لوگ اور مال مویشی استفادہ کر رہے ہیں۔

سندھ میں ضلع عمرکوٹ میں احمدی اور ہندو آبادی پر مشتمل دو گاؤں صادق پور اور تحریک آباد میں خصوصی سولر واٹر پاور پمپس لگائے گئے جس سے دونوں دیہاتوں کے چار ہزار 4000 افراد اور آٹھ ہزار پانچ سو 8500 مویشی مستفیض ہو رہے ہیں۔ جہاں پینے کو صاف پانی میسر نہیں وہاں واٹر فلٹریشن پلانٹ بھی نصب کیے گئے ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں چک نمبر 3/58 ٹکڑا میں یہ منصوبہ زیر تکمیل ہے۔

3۔ فوڈ سیکیورٹی

اس پروگرام کے تحت 32 لاکھ سے زائد افراد کو فوڈ پیکس اور فوڈ بنکس قائم کر کے فائدہ پہنچایا گیا ہے۔

اس شعبہ کے تحت قربانی پراجیکٹ پر بھی جاری ہے چنانچہ سال 2021ء میں چھپن 56 ممالک میں قربانی کا انتظام کیا گیا اور ساڑھے پانچ لاکھ 550000 لوگوں میں گوشت تقسیم کیا گیا ہے۔ گذشتہ 8 سالوں میں چھبیس 26 لاکھ سے زائد افراد نے اس پروگرام سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اس پروگرام کے تحت لوگوں کو فصلیں اگانے میں بھی مدد دی جارہی ہے چنانچہ انہیں بیج کی فراہمی اور آبپاشی میں مدد کی جاتی ہے تاکہ وہ خود فصلیں کاشت کر کے اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہوسکیں۔

امسال فوڈ اینڈ سیکیورٹی پروجیکٹ کے تحت مستحق خاندانوں میں ساڑھے تین ہزر 3500 راشن کے پیکٹ پاکستان کے چار 4 صوبوں کے چودہ 14 اضلاع کے دو سو دو 202 دیہات میں تقسیم کیے گئے۔

4۔ گلوبل ہیلتھ

گلوبل ہیلتھ پروجیکٹ کے تحت پاکستان بھر کے اضلاع میں ماہر لیڈی ڈاکٹرز کی خدمت سے اب تک پینتالیس 45 فری میٹرنٹی اینڈ چائلڈ میڈیکل کیمپس کے انعقاد سے کل پینتالیس ہزار پانچ سو اکہتر 45571 عورتوں اور بارہ 12 سال سے کم عمر بچوں نے استفادہ کیا اور انہیں مفت معائنہ اور مفت ادویات کی سہولت دی گئی۔ اس شعبہ کے تحت نو 9 ہسپتال اور میڈیکل کلینکس تعمیر کیے گئے ہیں جہاں لاکھوں لوگ اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس پروگرام کے تحت گوئٹے مالا میں قائم ناصر ہسپتال ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح کے دیگر ہسپتالوں کی تعمیر پر بھی کام جاری ہے۔ اس پروگرام کے ذریعہ کرونا وائرس کی وبا میں اٹھہتر 78 ممالک میں دس 10 لاکھ سے زائد لوگوں کی خدمت کی جاچکی ہے۔

5۔ تحفظ یتامیٰ (Orphan Care)

سیرالیون، لائبیریا، اور گنی میں یتیم بچوں کے رہائشی سنٹر قائم کیے گئے ہیں اس کے علاوہ یوگنڈا اور بینن میں ایسے کیئر سنٹر کی تعمیر جاری ہے جہاں مفلس اور نادار بچوں کو خوراک، رہائش اور صحت جیسی بنیادی ضروریات فراہم کی جارہی ہیں۔

6۔ دنیاوی آفات میں امداد (Disaster Relief)

ہیومنٹی فرسٹ کے اس پروگرام کے تحت دنیا بھر میں آنیوالی آفات میں ریلیف کا کام کیا جاتا ہے۔ اس پروگرام کے تحت بیس 20 لاکھ سے

زائد افراد کی مدد کی جا چکی ہے۔

7۔عطیہ بصارت (Gift of sight)

گفٹ آف سائیٹ منصوبہ کے تحت آنکھوں کے مسائل کا علاج کیا جاتا ہے چنانچہ دنیا بھر میں چالیس 40 ہزار سے زائد لوگوں کو فائدہ پہنچایا جا چکا ہے۔اس پروگرام کے تحت ضلع تھر پارکر میں اب تک 8 بڑے آئی کیمپس کے انعقاد کے نتیجہ میں کل آٹھ ہزار آٹھ سو چورانوے 8894 افراد استفادہ کر چکے ہیں جبکہ ایک ہزار دو سو چوالیس 1244 افراد کے موتیا کے کامیاب آپریشن کیے گئے۔

8۔کمیونٹی کیئر (Community Care)

کمیونٹی کیئر پروجیکٹ کے تحت احمدی مستحق افراد کے لیے کمروں، باتھ رومز، کچن، چاردیواری یا مکمل گھروں کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہے۔جس میں اب تک بائیس 22 گھرانوں کو باتھ رومز اور ٹائلٹس بنا کر دیئے جا رہے ہیں۔اسی طرح گھروں اور کمرہ جات کی تعمیر کا کام بھی جاری ہے۔اس پرگرام کے تحت شیلٹر بسوں اور اولڈ ہوم سنٹرز میں خوراک یا دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی کی جاتی ہیں چنانچہ اس پروگرام سے دس 10 ہزار کے قریب HYGIENE پروگرام کا انعقاد کیا گیا ہے نیز اس شعبہ کے ذریعہ ساٹھ 60 ہزار سے زائد لوگوں کی امداد کی گئی ہے۔

مرکز سلسلہ ربوہ میں صحت کے ادارے

خلافت خامسہ میں ربوہ بھی کئی ادارے صحت کے میدان میں اہالیان ربوہ کے علاوہ پاکستان بھر سے آنیوالے مریضوں کے لیے جن غیر معمولی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں ان کی وسعت بڑھ چکی ہے جس کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ان میں سر فہرست طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ہے۔

طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ کی خلافت خامسہ میں غیر معمولی ترقی

فضل عمر ہسپتال میں دل کے مریضوں کے علاج کے لیے ایک الگ انسٹیٹیوٹ قائم کیا گیا۔طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کی تقریب سنگ بنیاد کا انعقاد مورخہ 23 نومبر 2003ء بمطابق 27 رمضان المبارک 1424ہجری بروز اتوار کو ہوا۔یہ ایک لاکھ 20 ہزار 547 مربع فٹ مسقف حصہ پر پھیلا ہوا ہے۔طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کی عمارت چھ 6 منزلہ ہے۔یہاں انجیو گرافی اور آپریشنز کے لیے دو الگ الگ تھیٹرز موجود ہیں۔یہ انسٹیٹیوٹ نہ صرف اپنے علاقہ بلکہ پورے پاکستان کے بہترین ہسپتالوں میں شمار ہوتا ہے۔Times Daily اخبار میں مورخہ 23 اکتوبر 2017ء کو شائع شدہ مضمون کے مطابق طاہر ہارٹ اپنے معیار اور سہولیات کے اعتبار سے الحمد للہ پاکستان بھر میں کارڈیک سرجری کا بہترین ادارہ بن گیا ہے۔اس کو ایک منفرد عالمی خصوصیت اس لحاظ سے بھی حاصل ہے کہ دنیا میں کسی شہر جس کی آبادی پچاس ہزار کے لگ بھگ ہو اس میں امراض قلب کے علاج کے لیے ایسی جدید سہولیات موجود نہیں جو مرکز سلسلہ ربوہ میں میسر ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ حقیقتاً ''انٹرنیشنل ہسپتال اور دارالشفا'' کا مرکز بن چکا ہے۔جس کے ایڈمنسٹریٹر جناب ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب بطور واقف زندگی چودہ سال سے زائد عرصہ سے بے لوث محبت کے ساتھ جذبۂ خدمت سے سرشار ہو کر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کا شعبہ آؤٹ ڈور یکم ستمبر 2007ء سے مریضوں کے لیے کھولا گیا جس کے ساتھ ہی شعبہ ECG، شعبہ ایکسرے اور شعبہ Echocardiography کا قیام عمل میں آیا۔اس وقت شعبہ او پی ڈی میں مریضوں کے ماہر ڈاکٹرز سے طبی معائنے کے ساتھ ساتھ امراض کی تشخیص کے لیے مختلف ڈائگناسٹک بھی کیے جا رہے ہیں اور مصروف او پی ڈی والے دن تقریباً 400 سے 600 مریض آتے ہیں۔

یکم اکتوبر 2007ء سے ان ڈور مریضان اور ایمرجنسی شعبہ کا آغاز ہوا۔جنوری 2013ء میں مریضوں کے لیے مزید جگہ پیدا کرنے کے لیے لیول 4 پر میل وارڈ کو CCU-2 میں تبدیل کر دیا گیا۔اگست 2014ء میں CCU-3 کے اجراء کے ساتھ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کا شمار پاکستان کے صف اول کے Coronary Care Units میں ہو گیا۔اس کے علاوہ شعبہ انڈور مریضان کے لیے اگست 2019ء میں DC Defibrillators اور ایک جدید ترین Echo Machine خریدی گئی جس سے مریضوں کے ایکو ٹیسٹ کی تعداد میں اضافہ ہوا۔اکتوبر 2019ء میں جدید ترین کارڈیک مانیٹرز اور انفیوژن پمپس خریدے گئے۔کارڈیک مانیٹرز کے ساتھ سینٹرل مانیٹرنگ سسٹم بھی قائم کیا گیا ہے۔

15 نومبر 2007ء سے ڈائیگناسٹک اینڈ انٹرنیشنل پروسیجرز (انجیو گرافی، انجیو پلاسٹی اور پیس میکر) کی سہولیات کا آغاز ہوا۔6 جنوری 2013ء سی ٹی سکین کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

جنوری 2014ء میں شعبہ سلیپ لیب کا قیام عمل میں آیا اور مشین بھی لا کر انسٹال کی گئی۔

نومبر 2007ء میں طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کی پہلی Cath Lab مکمل تیار ہو گئی جس کے بعد انجیو گرافی اور انجیو پلاسٹی شروع کر دی گئیں۔اس میں اب تک ایک محتاط اندازے کے مطابق سولہ ہزار 16000 سے زائد پروسیجرز ہو چکے ہیں۔دسمبر 2010ء میں اس شعبہ کو ایک ہزار 1000 انجیو پلاسٹیز مکمل کرنے کی توفیق ملی۔نومبر 2011ء میں کیتھ لیب 1 کے لیے خریدی جانے والی عصر حاضر کی جدید ترین انجیو گرافی مشین ہسپتال کی تنصیب ہوئی۔اس جدید ترین مشین کے ساتھ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کا شعبہ کارڈیک پروسیجرز کا شمار حکومتی ادارے کی طرف سے کی گئی درجہ بندی میں Level-1 میں شامل ہو گیا ہے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شعبہ کارڈیک سرجیکل کا نام "Nuruddin Diagnostic& Interventional Laboratory" مقرر فرمایا ہے۔

جنوری 2014ء میں دوسری کیتھ لیب میں جدید انجیو مشین کی تنصیب ہوئی جو Hybrid Angiography Machine کہلاتی ہے اور پاکستان میں اپنی نوعیت کی پہلی مشین ہے۔

18 فروری 2012ء سے شریف ڈائلاسس سنٹر کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ ڈائیلیسز مشینوں سے کیا گیا۔ہر ماہ اوسطاً نو سے 900 سے ایک ہزار 1000 ڈائلائسز سیشن کیے جاتے ہیں۔فروری 2022ء تک سولہ 16 مشینوں سے اکہتر ہزار دو سو چون 71254 سیشنز ہو چکے ہیں۔

اس کے علاوہ شعبہ پین کلینک ہے جہاں فزیوتھراپی کی سہولت بھی موجود ہے۔

دسمبر 2014ء میں Masroor Diagnostic Center کا آغاز ہوا۔طاہر ہارٹ کی لیبارٹری میں توسیع کے بعد اس کو Masroor Diagnostic Center PhaseI کا نام دیا گیا۔

اپریل 2021ء میں PCR لیبارٹری کے قیام کا منصوبہ بنا۔اور اس مشین کی خریداری کے بعد اور لیبارٹری کے لیے ایک Bio-Hazard safety کمرے کی تیاری اور مشین کی تنصیب کے بعد فروری 2022ء میں حکومتی ادارے سے انسپیکشن کے بعد پی سی آر لیبارٹری قائم ہوئی۔جہاں سے روزانہ کی بنیاد پر ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔

دسمبر 2010ء میں شعبہ اینڈوسکوپی کا آغاز ہوا اور پہلے ماہ اکتیس 31 اینڈوسکوپیز ہوئیں۔

شعبہ ایمبولینس و ٹرانسپورٹ کے تحت پانچ 5 کارڈیک ایمبولینس اور تین 3 گاڑیاں ہر وقت ٹرانسپورٹ کے لیے موجود رہتی ہیں۔

طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لیے ایک نئے اور جدید طرز کے آکسیجن جنریشن پلانٹ کی انسٹالیشن تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔یہ جدید پلانٹ اس خطے میں جدید ترین پلانٹ ہو گا اور پرانے آکسیجن پلانٹ سے تین گنا زیادہ آکسیجن پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ عصر حاضر کی جدید ٹیکنالوجی Server Virtualization VMwarev Sphere کامیابی سے لگا دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ شعبہ سپائرومیٹری، شعبہ اینڈوسکوپی، شعبہ نیوکلیئر ریڈیالوجی، شعبہ انفارمیشن ٹیکنالوجی، شعبہ پاور جنریشن، شعبہ ٹیلی میڈیسن، شعبہ فارمیسی، شعبہ لیبارٹری، شعبہ کارڈیک الیکٹروفزیالوجی اور سرجیکل پروسیجرز میں غیر معمولی کام ہو رہا ہے اور کثیر خلقت اس سے

مستفیض ہو رہی ہے۔

طاہر ہارٹ میں ہاؤس جاب ٹریننگ بھی یہاں جاری ہے اور متعدد ڈاکٹرز اپنی ہاؤس جاب یہاں سے مکمل کر چکے ہیں۔

گزشتہ چودہ سال سے دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے تربیت یافتہ اور تجربہ کار ڈاکٹرز وقف عارضی سکیم کے تحت یہاں تشریف لا کر خدمت انسانیت کرتے ہیں۔

2018ء میں امریکہ کی ہیلتھ کیئر ماہرین کی ایک ٹیم نے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ کا دورہ کیا اور اپنی رضا کارانہ خدمات کے تجربے کا اظہار کیا۔اس ٹیم نے اپنی تعطیلات میں سے نو دن طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ، پاکستان، میں رضا کارانہ طور پر خدمات سرانجام دینے کے لئے گزارے ہیں۔اس دوران اس ٹیم نے کُل 13 دل کے آپریشنز کئے جن میں دو minimal invasive valve replacements تھیں جو کہ پاکستان میں پہلی بار کی گئیں ہیں۔اس ٹیم کے سفر کے اخراجات کے لئے یونیورسٹی آف پٹسبرگ میڈیکل سینٹر نے اپنی خدمات پیش کیں۔جبکہ ہیومینٹی فرسٹ پاکستان نے اس ٹیم کے لئے پاکستان میں قیام کے لئے اخراجات میں خدمات پیش کیں۔

بیسیوں مختلف امراض کے تجربہ کار احمدی ڈاکٹرز ہر سال یہاں آ کر وقف عارضی کرتے ہیں اور ہزاروں مریضان کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔گزشتہ سالوں میں بھارت، برطانیہ، امریکہ، سپین، ناروے، کینیڈا، آئرلینڈ، جرمنی، آسٹریلیا سے ڈاکٹرز وقف عارضی پر تشریف لا چکے ہیں۔

پھر اندرون و بیرون ملک سے جونیئر ڈاکٹرز اور میڈیکل طلباء و طالبات کی آمد کا سلسلہ گزشتہ کئی سالوں سے جاری ہے۔ان تمام افراد کو طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں پروفیشنل ٹریننگ کے ساتھ ساتھ مختلف ریسرچ پراجیکٹس پر کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔

اس اعلیٰ اور معیاری انسٹیٹیوٹ میں پاکستان کے علاوہ بیرون ملک سے مریض بھی اپنے علاج کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ان میں قادیان بھارت، انڈونیشیا، ماریشس، افغانستان، برطانیہ، امریکہ، غانا اور بینن کے مریض شامل ہیں۔

احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن کا مرکزی دفتر طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں قائم ہے اور 2008ء سے 2019ء تک ہر سال اس ایسوسی ایشن پاکستان کی سالانہ کنونشن یہیں منعقد ہوتی ہے۔اس کے علاوہ میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے واقفین نو کی کنونشن کا انعقاد بھی ہوتا ہے۔ہیومینٹی فرسٹ کا مرکزی دفتر بھی یہیں قائم ہے۔اس کے علاوہ جنوری 2011ء سے نرسنگ ہاسٹل بھی قائم ہے جہاں قرآن کریم باترجمہ پڑھانے کے لیے کلاس کا اجراء کیا گیا ہے۔

کسی بھی قسم کی ہنگامی صورتحال سے نبٹنے کے لیے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے احاطے سے باہر ایک ایمرجنسی ہسپتال قائم کیا گیا ہے جہاں طبی امداد سے لے کر سرجری تک کا مکمل سامان مہیا کیا گیا ہے۔نومبر 2014ء سے سال 2019ء تک ہر سال فلو ویکسینیشن کیمپ کا اہتمام بھی شعبہ او پی ڈی میں کیا جاتا رہا ہے۔

(باقی کل ان شاء اللہ)

نماز جنازہ حاضر و غائب

مکرم منیر احمد جاوید۔ پرائیویٹ سیکرٹری لندن یہ اطلاع دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 19 مئی 2022ء بروز جمعرات دوپہر 12 بجے اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر ایک نماز جنازہ حاضر اور چند نماز جنازہ غائب پڑھائے۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ بشریٰ طاہرہ صاحبہ اہلیہ مکرم نذیر احمد گوندل صاحب (سکنتھورپ۔یوکے)

16 / مئی 2022 کو 84سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق مرالہ منڈی بہاؤالدین سے تھا اور کچھ عرصہ سے انگلینڈ کے شہر سکنتھورپ میں اپنے بیٹے مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد گوندل صاحب کے پاس رہائش پذیر تھیں۔مرحومہ پنجگانہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار اور باقاعدگی سے تلاوت قرآن کریم کرنے والی، قناعت پسند اور منکسر المزاج خاتون تھیں۔خلافت کے ساتھ عقیدت کا گہرا تعلق تھا۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹے شامل ہیں۔

نماز جنازہ غائب

1- مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم محمد اسحاق انور صاحب (واقف زندگی۔حال امریکہ)

13 مئی 2022 کو 90 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1971میں شوہر کی وفات کے بعد مرحومہ نے بیوگی کا عرصہ نہایت صبر وہمت سے گزارا اور اپنے بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم میں اعلیٰ مقام تک پہنچانے کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ 1947 کی ہجرت کے واقعات اکثر بچوں کے ساتھ شیئر کرتی تھیں اور قادیان کی بہت سی باتیں بھی یاد تھیں۔کبھی کسی رشتے دار سے ناراضگی نہ رکھتیں۔تمام رشتہ داروں کے ساتھ محبت اور احترام کا رشتہ قائم رکھا۔کبھی کسی کی برائی نہیں کرتی تھیں۔معمولی آمدنی میں گزارا کیا مگر کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ بلکہ سب سے حُسنِ سلوک اور شفقت و محبت سے وہ ایام صبر وشکر سے گزارے اور یہی اپنے بچوں کو سمجھایا کہ محنت کرو اور کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔ خلافتِ احمدیت سے والہانہ عشق و محبت کا تعلق تھا اور یہ تعلق صرف زبانی نہ تھا بلکہ اس کا اظہار ان کے عمل اور خطوط میں بھی نمایاں تھا۔ بچوں کو بھی باقاعدگی سے خطوط لکھنے کی تاکید کیا کرتی تھیں۔چندوں کی ادائیگی میں بھی بڑی باقاعدہ تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے شامل ہیں۔

2- مکرمہ امینہ کرامت صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا کرامت اللہ صاحب (جرمنی)

21/ اپریل 2022 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ کا تعلق مغلپورہ لاہور سے تھا۔ 2003میں جرمنی آ گئی تھیں۔مغلپورہ میں لجنہ کی جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ بے شمار بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کی بھی توفیق ملی۔مرحومہ پنجوقتہ نمازوں کی پابند، دعاگو، نیک اور پرہیز گار خاتون تھیں۔مرحومہ موصیہ تھیں۔پسماندگان میں چھ بچے اور متعدد نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

3- مکرم خواجہ اختر سعید صاحب

10/ مئی 2022 کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم حضرت میاں نبی بخش صاحب (امرتسر۔تاجر پشمینہ والے) کے پوتے تھے۔آپ خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے والے ایک نیک فطرت انسان تھے۔مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔

4- مکرم غلام سرور بٹ صاحب (جرمنی)

4 / اپریل 2022 کو 80سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ نے خلافت ثانیہ میں بیعت کی توفیق پائی۔ 1975میں جرمنی آ گئے اور یہاں اپنی مجلس میں 9سال تک زعیم انصار اللہ کے علاوہ مختلف جماعتی خدمتوں کی توفیق پائی۔مرحوم زندہ دل، مہمان نواز، ہنس مکھ اور سب سے ہمدردی کا سلوک کرنے والے ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔خلافت کے ساتھ بہت اخلاص اور محبت کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔آمین

ادارہ الفضل تمام مرحومین کے لواحقین سے تعزیت کرتا ہے

پروفیسر مجید احمد بشیر

بگ بینگ سے بگ کرنچ تک قرآن اور سائنس کی رو سے

قسط 1

یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ ؕ کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُہٗ ؕ وَعۡدًا عَلَیۡنَا ؕ اِنَّا کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾

(الانبیاء: 105)

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے دفتر تحریروں کو لپیٹتے ہیں جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کا آغاز کیا تھا اس کا اعادہ کریں گے یہ وعدہ ہم پر فرض ہے یقیناً ہم یہ کر گزرنے والے ہیں۔

کائنات کی تخلیق

کائنات کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ ایک مشکل سوال ہے۔کیا تخلیق کائنات واقعی ایک ابتدائی (Primordial) دھماکے ہی کا نتیجہ تھی۔کیا کائنات ہمیشہ سے ایسی ہی تھی؟ ایک زمانے کے بعد کیا یہ ایسی ہی ہوگی؟ یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کو سمجھنا انتہائی مشکل ہے۔حیرت انگیز طور پر اتنی بڑی کائنات کا عدم سے وجود میں آ جانا ایک اچھوتا خیال ہے۔اس سلسلہ میں سائنسدان تو ہمیشہ سے ہی کسی ایسے نظریہ کی تلاش میں رہے ہیں جس میں کوانٹم میکانیات (Quantum Mechanics)، کشش ثقل (Gravitation) اور طبعیات (Physics) کے دیگر قوانین کا احاطہ کیا گیا ہو۔

مشہور سائنسدان سٹیفن ہاکنگ کہتا ہے کہ اگر ہمیں یہ نظریہ حاصل ہوجائے، تو پھر ہم واقعتاً اس کائنات کو سمجھ لیں گے، اور یہ بھی جان لیں گے کہ کائنات میں ہمارا مقام کیا ہے۔

دراصل مذہب اور سائنس علوم کے دو ایسے جہان ہیں جن کے بارہ میں صدیوں سے مباحثہ جاری ہے۔اور دونوں ہی انسانی زندگی پر اپنے زیادہ اثر کا دعویٰ کرتے آئے ہیں۔مذہب اور سائنس کے تعلق میں Conflict یعنی تصادم کا نظریہ عام رہا ہے جس کے مطابق دونوں ایک ساتھ کبھی چل ہی نہیں سکتے۔

جبکہ بیشتر سائنسدانوں اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔

آئن سٹائن کا مشہور قول اسی تناظر میں ہے کہ

"Science without religion is lame,religion without science is blind."

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پہلے احمدی نوبل لاریئٹ کا بھی یہی خیال ہے

"There is no conflict between the study of nature and the study of religion.A study of these natural laws,and seeing how they operate is a form of prayers and gratitude to Allah.(Dr.Abdus Salam)"

کہ سائنس اور مذہب میں کوئی تضاد نہیں ہے۔بلکہ آپ نے تو ان قوانین قدرت کے مطالعہ کو ایک قسم کی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے حضور شکر گزاری کا اظہار قرار دیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ مذہب کا تعلق آپ کے عقائد سے، جبکہ سائنس کا تعلق External Material World (خارجی مادی دنیا) سے ہے۔لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سائنس بہرحال مذہب کو ہمیشہ support کرتی نظر آتی ہے۔چونکہ ہم اس وقت تخلیق کائنات کی بات کر رہے ہیں اس لئے اس وقت مذاہب کا موازنہ کئے بغیر میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تخلیق کائنات کے سلسلہ میں قرآن کریم نے ایک بنیادی اُصول یہ بیان کیا ہے کہ اِبتدائے خلق کے وقت کائنات کا تمام بنیادی مواد ایک اِکائی کی صورت میں موجود تھا، جسے بعد ازاں پارہ پارہ کرتے ہوئے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔اس سے کائنات میں توسیع کا عمل شروع ہوا جو ہنوز مسلسل جاری و ساری ہے۔اور یہی نظریہ اس وقت گزشتہ ایک سو سال سے تقریباً تمام سائنسدان اور عام حلقوں میں مقبول ہو چکا ہے۔

Astrophysicists ابتدائے کائنات کی وضاحت ''بگ بینگ''، یعنی انفجار عظیم یا عظیم دھماکا کے ذریعہ کرتے ہیں اور تقریباً گزشتہ ایک سو سال سے وسیع طور پر قبول کیا جا رہا ہے۔اور یہی نظریہ تخلیق کائنات کے بارے میں مضبوط ترین نظریہ مانا جاتا ہے۔

جیسے جیسے یہ نوزائیدہ کائنات پھیلتی گئی ویسے ویسے یہ ٹھنڈی ہوتی گئی اور ساتھ ہی اس کی density بھی کم ہوتی چلی گئی۔آپ سوچیں کہ ایک چائے کی کیتلی سے بھاپ نکل رہی ہے۔اس کے منہ کے بالکل قریب بھاپ اچھی بھلی گرم ہوتی ہے اور بھاپ کے ذرات یہاں چھوٹے سے حصہ میں مرکوز دکھائی دیتے ہیں۔لیکن جیسے جیسے بھاپ کیتلی سے دور ہوتی جاتی ہے تو یہ ذرات ایک دوسرے سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ کے ساتھ بھاپ ٹھنڈی بھی ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ یہ سارے کے سارے کچن میں پھیل جاتی ہے۔

بگ بینگ کے مطابق ابتدا میں تمام مادہ ایک بہت ہی چھوٹے سے نقطے کی صورت میں ''لامحدود کثافت'' (infinite density) اور حرارت لئے چھپا بیٹھا تھا جسے ''صفر درجہ جسامت کی اِکائی'' (zero volume singularity) کا نام دیا جاتا ہے۔اچانک ایک دھماکہ ہوتا ہے اور اس اکائی سے یہ کائنات معرض وجود میں آ جاتی ہے۔اور اس دھماکے کے نتیجے میں ہی کائنات میں ماضی اور حال میں موجود ہر قسم کا مادہ تقریباً 15 ارب سال پہلے یک وقت وجود میں آتا ہے۔گو موجودہ زمانہ میں کائنات کی تخلیق کے بارہ میں اور بھی ماڈرن نظریات موجود ہیں، جیسا کہ Steady State Theory یا Oscillating Universe Theory یعنی جھولتی کائنات کا نظریہ ہے لیکن بگ بینگ کا نظریہ ہی سب سے عام اور مشہور اور قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔یہ ماڈل نہ صرف ہمیں مادہ کی ابتداء، قوانین قدرت اور اس کائنات کی ہیئت کے بارہ میں بتاتا ہے بلکہ یہ اس کائنات کے پھیلاؤ کی بھی وضاحت پیش کرتا ہے۔

تاریخ علوم انسانی میں تخلیق و وجودِ کائنات سے متعلق بے شمار نظریات پائے جاتے ہیں، جو اس کے آغاز کی مختلف ابتدائی حالتوں کی وضاحت کرتے ہیں۔وہ تمام کے تمام نظریات ''لامحدود کثافت'' (infinite density) اور ''صفر درجہ جسامت کی اِکائی'' (zero volume singularity) کی ابتدائی حالت کی طرف ضرور رہنمائی کرتے ہیں، مثلاً:

فرائیڈمین کا خاکہ (Friedman Model)

عظیم دھماکے کا خاکہ (Big Bang Model)

ایڈوِن ہبل کا خاکہ (Edwin Hubble's Model)

پنزیاس اور وِلسن کا خاکہ (Penzias & Wilson's Model)

نئے پھیلاؤ کا خاکہ (New Inflationary Model)

بدنظم پھیلاؤ کا خاکہ (Chaotic Inflationary Model)

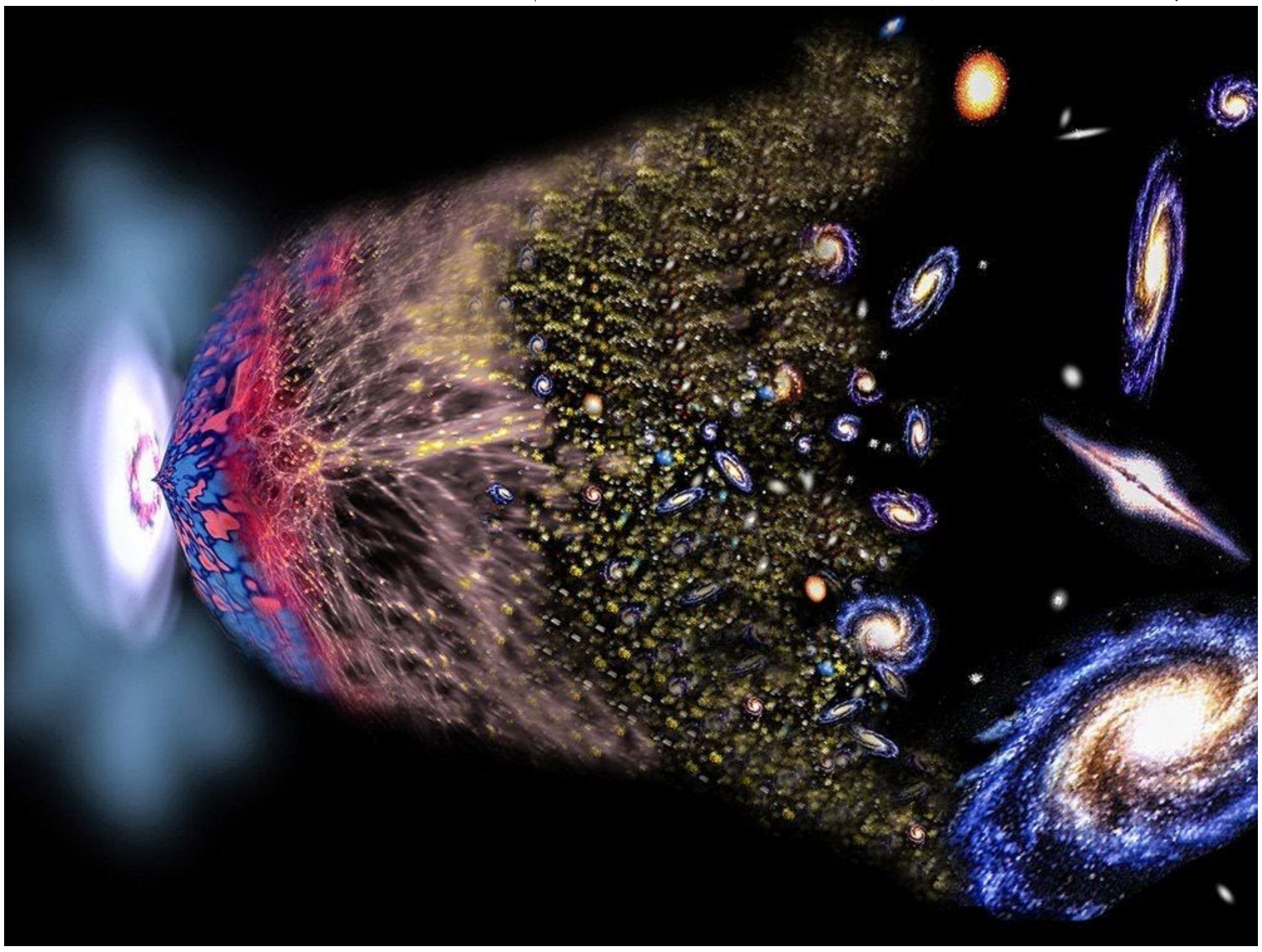

یا اِکائیت کی تحوِیل کا خاکہ (Singularity Theorem Model)

اگرچہ بگ بینگ تھیوری کائنات کی تخلیق کے بارہ میں تفصیل سے روشنی ڈالتی ہے لیکن یہاں ہم صرف چند بنیادی باتیں ہی مختصراً بیان کریں گے۔تقریباً 15 ارب سال پہلے تمام مادہ اور توانائی ایک انتہائی چھوٹے ذرے میں بند تھی جس کو ایک اکائی یا singularity کا نام دیا جاتا ہے۔ یکلخت بے انتہا کثیف مادہ اور توانائی لئے یہ ذرہ single point of super-dense material ایک دھماکے کے ساتھ پھٹتا ہے اور حیرت انگیز تیز رفتاری سے پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ماہرین فلکیات یہ تو نہیں جانتے کہ اس وسعت پذیری یعنی expansion کا آغاز کیسے ہوا۔لیکن وہ singularity اور دھماکے کے بعد کے چند لمحات میں کیا ہوا اس کی وضاحت بگ بینگ تھیوری کے ذریعہ کرتے ہیں۔

تقریباً 15 ارب سال پہلے بگ بینگ ہوا تھا۔ اس وقت درجہ حرارت اپنی انتہا پر تھا۔ اس کے فوراً بعد یعنی (10^{-43}) سیکنڈ بعد فزکس کے قوانین واضح ہونے لگے اور کشش ثقل (Gravity) وجود میں آئی۔ بگ بینگ کے (10^{-35}) سیکنڈ بعد کائنات ایک فٹ بال کے برابر تھی۔ طاقتور نیوکلیائی قوت Nuclear Force وجود میں آ چکی تھی۔ کوارک الیکٹرون اور ان کے ضد ذرے Anti-Particles بننے لگے تھے۔ اس وقت درجہ حرارت گر کر 10^{27} (یعنی ایک کے بعد 27 صفر) یا ایک ارب ارب ارب ڈگری سینٹی گریڈ ہو چکا تھا۔

بگ بینگ کے بعد جب ایک سیکنڈ کا دس لاکھواں حصہ گزر گیا تو کوارک آپس میں جڑ کر نیوٹرون، پروٹون اور ضد ذرے Anti-Particles بنانے لگے۔ اگرچہ ذرے اور ضد ذرے ایک دوسرے کو فنا کرتے رہے لیکن ذروں کی تعداد حاوی ہو گئی۔ اس وقت تک کائنات پھیل کر ہمارے نظام شمسی کے برابر ہو چکی تھی۔ بگ بینگ کے ایک سیکنڈ بعد برقی مقناطیسی Electromagnetic اور کمزور نیوکلیائی Weak Nuclear Force قوتیں واضح ہونے لگیں اور درجہ حرارت گر کر دس ارب ڈگری سینٹی گریڈ رہ گیا۔

تین منٹ بعد نیوٹرون اور پروٹون باہم جڑ کر ایٹمی مرکزے (Nucleus) بنانے لگے جس سے ڈیوٹیریئم اور ہیلیئم کے مرکزے وجود میں آئے اور آزاد نیوٹرون ختم ہو گئے۔ اب درجہ حرارت گر کر ایک ارب ڈگری سینٹی گریڈ رہ گیا تھا۔

سات لاکھ سال بعد ایٹمی مرکزے اس قابل ہوئے کہ الیکٹرون سے مل کر ایٹم بنا سکیں۔ ایٹم بننے سے فوٹون خارج ہوئے اور کائنات پہلی دفعہ شفاف ہو گئی۔ اب درجہ حرارت 3000 ڈگری تک ہو چکا تھا۔ ابتدا میں بننے والے ستاروں میں لوہا یا دوسرے بھاری عناصر بالکل موجود نہیں تھے۔

ایک ارب سال بعد کہکشائیں (Galaxies) بننے لگیں۔صرف ہماری کہکشاں میں 200 ارب ستارے ہیں اور ہمارے نزدیک ترین پڑوسی کہکشاں دس لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

اب ستاروں کی درمیانی جگہ کا درجہ حرارت گر کر منفی 270 ڈگری سینٹی گریڈ ہو چکا ہے یعنی صرف 3 ڈگری کیلون۔ کہکشائیں بن چکی ہیں، ستاروں کی کئی نسلیں گزر چکی ہیں۔ لوہے اور نکل سے بھی زیادہ بھاری ایٹمی مرکزے وجود میں آ چکے ہیں۔ زندگی کی ابتدا ہو چکی ہے۔ ہمارا نظام شمسی لگ بھگ ساڑھے چار ارب سال پہلے وجود میں آیا تھا۔ ہماری زمین کی بھی عمر اتنی ہی ہے۔

سائنسدانوں کی اکثریت بگ بینگ نظریہ پر متفق نظر آتی ہے، فرانس اور سوئٹزرلینڈ کی سرحد پر ایک تحقیقی ادارہ ہے جس کا نام سرن ہے اس کی رسد گاہ میں گزشتہ چند دہائیوں سے کئے جانے والے تجربات اور منی بگ بینگ کے 2010 میں کئے گئے کامیاب تجربے کے بعد سائنس اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ کائنات کا آغاز ایک زبردست دھماکے سے ہوا جسے بگ بینگ کا نام دیا جاتا ہے۔

کائنات کی اوّلیں تخلیق کے وقت اُس کا تمام مادّہ ایک اکائی (minute cosmic egg) کی صورت میں موجود تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اُس اکائی کو پھوڑا اور اُس کے نتیجے میں اس کائنات کو وجود ملا۔ کائنات کی تخلیق سے متعلقہ سائنسی تحقیقات کے اِرتقاء کی طوِیل جدوجہد کا مختصر ذِکر اس طرح ہے کہ:

1687ء میں مشہور و معروف برطانوی سائنسدان آئزک نیوٹن (Isaac Newton) نے یہ تصوّر پیش کیا کہ کائنات جامد اور غیر متغیّر ہے۔ یہ بات بیسویں صدی تک ایک مصدقہ حقیقت کے رُوپ میں تسلیم کی جاتی رہی۔

1915ء میں البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) نے عمومی نظریۂ اِضافیت (General Theory of Relativity) پیش کیا۔ اُس نے نیوٹن کا جمود کائنات کا تصوّر تو کسی حد تک رَدّ کر دیا لیکن وہ خود کائنات کی اصلیت کے بارے میں کوئی نیا نظریہ دینے سے قاصر رہا کیونکہ نیوٹن کے نظریات کو اُس وقت تک دُنیا بھر میں غیر متبدّل سمجھا جا رہا تھا۔

1929ء میں ایڈون ہبل (Edwin Hubble) نے یہ مفروضہ پیش کیا کہ کائنات جامد اور غیر متغیر نہیں ہے، بلکہ حرکت پذیر ہونے کے علاوہ شاید وہ مسلسل وسیع بھی ہو رہی ہے۔ اُس کی تحقیق نے عظیم دھماکے کے نظریئے (Big Bang Theory) کو جنم دیا۔ اور بعد میں کئی سائنسدانوں نے پروان چڑھایا۔

1920 اور 1930 کے درمیان مختلف مشاہدات کی روشنی میں کائنات کے پھیلاؤ کا اشارہ تو مل چکا تھا لیکن زیادہ تر سائنسدان Steady State Model کے حق میں تھے۔ اور بگ بینگ کے نظریہ کو زیادہ تر مذہبی خیال کرتے تھے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد 1949 میں پہلی دفعہ بی بی سی کے ایک پروگرام میں اس اصطلاح کا استعمال ہوا۔ آخر کار 1965 میں Cosmic Microwave Back Ground Radiation کی Discovery کے بعد بگ بینگ تھیوری کو نہ صرف پذیرائی حاصل ہوئی بلکہ کائنات کے آغاز کے بارہ میں بہترین تصور کی جانے لگی۔ 1960 اور 1990 کے بیچ میں اس نظریہ کو مزید پختگی اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

1965ء میں دو امریکی سائنسدانوں آرنو پنزیاس (Arno Penzias) اور رابرٹ وِلسن (Robert Wilson) نے اپنے معمول کے تجربات کے دوران اِتفاقاً (cosmic background radiation) کی دریافت کی، جس سے یہ ثابت ہوا کہ مادّی کائنات کا آغاز ایک اکائی سے ہوا تھا۔ اُس اکائی کو انہوں نے ایک نہایت

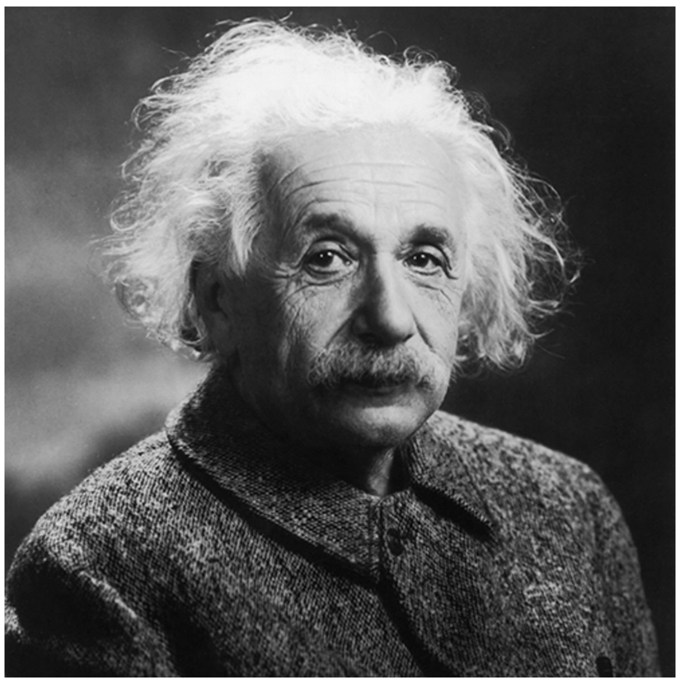

چھوٹے کائناتی انڈے (minute cosmic egg) کے نام سے موسوم کیا، جو اپنے اندر بے پناہ توانائی کو سنبھالے ہوئے تھا۔ اسے عام الفاظ میں کائنات اصغر یا micro-universe بھی کہا جاتا ہے۔ جو یکدم ایک دھماکے سے پھٹی اور بڑی تیزی سے بکھرتی چلی گئی، روشنی کی رفتار سے بھی تیز رفتاری کے ساتھ۔ اور آج بھی پھیل رہی ہے۔ کائنات کی وسعت پذیری کی دریافت شاید انسانی تاریخ کی سب سے بڑی دریافت ہے۔ اگر گمان و قیاس کے گھوڑوں کو سائنسی حساب کتاب کے ساتھ ماضی کی جانب دوڑایا جائے تو اب تک کی معلومات کے مطابق یہ مشاہدے میں آتا ہے کہ یہ کائنات ایک ایسے مقام سے پھیلنا شروع ہوئی ہے کہ جب اس کا تمام کا تمام مادہ اور توانائی ایک انتہائی کثیف اور گرم مقام پر مرکوز تھا۔ مگر اس کثیف اور گرم نقطے سے پہلے کیا تھا؟ اس پر تمام طبعیات دان متفق نہیں ہیں۔ لیکن زیادہ سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ زبردست میسر ثبوتوں کی روشنی میں یہ بات تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ کائنات اربوں سال قبل ایک عظیم دھماکے کے نتیجے میں وجود میں آئی تھی۔

موجودہ سائنسی تحقیقات کے محتاط اندازوں کے مطابق اب تک اس کائنات کو تخلیق ہوئے کم و بیش 15 ارب سال گزر چکے ہیں۔ جب کائنات کی ہر چیز بشمول ستاروں اور گیلیکسیز میں روشن مادے کے اور اس تمام ڈارک میٹر کے جس کو کبھی کسی نے دیکھا ہی نہیں، سب کا سب ایک نقطے Singularity میں بند تھا جو اپنے اندر بے پناہ توانائی کو سنبھالے ہوئے تھا۔ توانائی کا یہ عالم تھا کہ اس کا درجہ حرارت اربوں ڈگری تک کا تھا۔ آج سے 15 ارب سال پہلے پائی جانے والی اُس ابتدائی کمیّتی اکائی سے پہلے وہ کیا شے تھی جس سے یہ کائنات ایک دھماکے کی صورت میں تخلیق کی گئی؟ سائنس اس کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

قرآن کریم نے زمین و آسمان کی عدم سے پیدائش پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی ہے۔ فرمایا:

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ یَذۡرَؤُکُمۡ فِیۡہِ ؕ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ۚ وَہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿۱۲﴾

(الشوریٰ:12)

وہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہی میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے جوڑے بھی وہ اس میں تمہاری افزائش کرتا ہے اُس جیسا کوئی نہیں وہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

بعض مفسرین کے مطابق سورۃ الفلق کی درج ذیل آیات بھی بگ

بینگ کی طرف اشارہ کرتی نظر آتی ہیں۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ۔ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ

(الفلق:2-3)

تُو کہہ دے کہ میں (چیزوں کو) پھاڑ کر (نئی چیز) پیدا کرنے والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اُس کے شر سے جو اس نے پیدا کیا۔

علمِ زبان کے مطابق لفظ فلق کا بنیادی مطلب ''اچانک پھاڑ جانا'' اور ایک شدید دھماکہ'' کے ہیں۔ ایک مفہوم ''پھٹ جانا'' بھی ہے۔ ایک مخصوص قسم کے دھماکے کو بھی یہ لفظ بیان کرتا ہے۔ ایک بے حد زیادہ اور غیر معمولی رفتار کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

لغت کے اعتبار سے فلق ایک اسم ہے اور اس کی جڑ بھی فلق ہی ہے۔ مفردات میں ہے کہ اَلْفَلْقُ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنے اور اس کے ایک ٹکڑے کو دوسرے سے الگ کرنے کے ہیں۔

پس اہمیت کی ترتیب کے لحاظ سے اَلْفَلَقُ کے درج ذیل معنی کئے جا سکتے ہیں۔

1. عدم سے (لاوجود سے اچانک) وجود میں آجانا۔ قرآن کریم میں ہے کہ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ (الانعام: 97)
2. بیج کے پھٹنے کے نتیجے میں پودے کا ظہور اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی یُخۡرِجُ (الانعام: 96)

Hak Dini Kur'an Dili (Religion of the Truth, Language of the Qur`ān) Turkish, Vol.9 میں Muhammed Hamdi Yazır Elmalılı an eminent Turkishscholar (1878–1942),

نے فلق کے معنی صد کے متبادل کے کئے ہیں۔ یعنی ایک مخلوق جس کے ظہور کو پھٹنے کے عمل کی ضرورت ہوتی ہے جو عدم سے وجود پذیر ہوتی ہے۔

چار ایسی بنیادی طاقتیں جو مختلف اجرام فلکی کے اپنے اپنے کروں میں موجود ہوتی ہیں، وہ بھی اُس دھماکے کے ساتھ ہی معرض وجود میں آ گئیں۔ وہ طاقتیں یہ ہیں:

1. کشش ثقل (gravity)
2. برقی مقناطیسیت (electromagnetism)
3. طاقتور نیوکلیائی طاقتیں (strong nuclear forces)
4. کمزور نیوکلیائی طاقتیں (weak nuclear forces)

اس دھماکے کی بہت سادہ تمثیل جو سائنس دان پیش کرتے ہیں کچھ اس طرح ہے کہ ایک غبارے کے اندر بے پناہ سیال اور پیسٹ کو ڈال دیا جائے اور پھر اس میں ہوا کا دباؤ اس قدر بڑھایا جائے کہ وہ بالآخر پھٹ جائے تو جیسے ہی وہ پھٹے گا اس میں موجود سیال اور پیسٹ بہت تیزی سے ارد گرد ہر جانب کو پھیلے گا اور اس میں بڑے بڑے کلسٹر بھی بنیں، اور چھوٹے چھوٹے چھینٹے بھی، اور یہ سب اسی طرح اپنے گول گول محوری گردش کرتے ہوئے دھماکے کے مرکزہ سے تیزی سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور جتنی تیزی سے دور جاتے ہوئے اپنے محور پر گھومیں گے اتنی ہی تیزی سے گولائی کی صورت بھی اختیار کرتے جائیں گے اور اسی گولائی میں ان پر ہوا کی رگڑ کی وجہ سے دراڑیں اور اتار چڑھاؤ بھی بن جائیں گے اور ان کے کچھ حصے جن میں نمی بہت زیادہ ہوگی ان کی نمی بھی ایک طرف اکٹھی ہو کر سنٹری فیوج کے اصول کے تحت سطح کے ساتھ ساتھ حرکت کرنے لگے گی۔

سر فریڈ ہائل نامی سائنسدان نے ابتدا میں بگ بینگ نظریے کی بڑی شد و مد کے ساتھ مخالفت کی مگر بالآخر وہ بھی اس نظریہ پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے مزید باریک بینی سے اس کے بعد کی صورتحال کا جائزہ لیا اور رب کائنات کی کاریگری کے معترف ہوئے۔

ان کا کہنا تھا کہ بگ بینگ نظریہ کے مطابق کائنات ایک واحد دھماکے کے نتیجے میں عدم سے وجود میں آئی اور دھماکہ ویسے تو مادے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے مگر بگ بینگ نے متضاد نتیجہ پیش کرتے ہوئے مادے کو کہکشاؤں کے جھنڈوں کی صورت میں نمودار ہوتا ظاہر کیا ہے، وہ مزید کہتے ہیں کہ طبیعات کے وہ قوانین جو بگ بینگ کے ساتھ ہی وجود میں آئے 14 ارب برس گزرنے کے بعد بھی ان میں رتی برابر تبدیلی نہیں آئی، یہ اس قدر نپے تلے قوانین ہیں کہ ان کی ویلیوز میں ایک ملی میٹر کا فرق بھی پڑ جائے تو مکمل کائناتی ڈھانچہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

یہی بات مشہور ماہر طبیعات پروفیسر اسٹیفن ہاکنز نے اپنی کتاب (A Brief History of Time) میں لکھتے ہوئے کہا کہ اس کائنات کو اس قدر خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ توازنوں پر استوار کیا گیا ہے اور اس قدر نفاست سے اس کو برقرار رکھا گیا ہے کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم کا بھی تو یہی دعویٰ ہے کہ

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰٮهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(البقرۃ:30)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کا سب پیدا کیا جو زمین میں ہے پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اسے سات آسمانوں کی صورت میں متوازن کر دیا اور وہ ہر چیز کا دائمی علم رکھنے والا ہے۔

اس کو سمجھنے کے لئے طبیعات کے قوانین اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کسی ایسی چیز کو تسلیم کیا جائے جسے ''negative energy'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص ایک ہموار سطح پر ایک مٹی کا ٹیلہ بنائے۔ (جسے بنانے کے لئے وہ زمین میں ایک گڑھا کھودے اور اسی مٹی کو ٹیلہ بنانے کے لئے استعمال کرے)۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ صرف ٹیلہ نہیں بنا رہا ہوتا۔ بلکہ وہ ٹیلے کے برعکس ایک گڑھا بھی بنا رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ ٹیلہ کائنات کو ظاہر کرے گا تو گڑھا اس کا منفی پرتو negative version ہو گا۔ وہ ملبہ وہ مواد جو کہ اس گڑھے میں تھا وہ اب ٹیلہ بن چکا ہے۔ یہ ایک مکمل توازن کی مثال ہے۔ جہاں بگ بینگ کے نتیجہ میں بڑے پیمانے پر مثبت توانائی positive energy پیدا ہوئی وہیں ساتھ ہی اسی مقدار میں منفی توانائی بھی ظہور میں آئی اور اس طرح دونوں کا مجموعہ ہمیشہ صفر پر منتج ہوتا ہے۔ یہ بھی قوانین قدرت میں سے ہے۔ یہ اس بات کو یقین بخشنے کے لئے کافی ہے کہ ہر چیز کا خیر بھی عدم ہی ہے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ منفی توانائی ہے کہاں؟ تو یاد رکھیں کہ یہ توانائی خلاء میں ہے۔ خلاء منفی توانائی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ایک دوسرے کو قوت کشش سے کھینچتے ہوئے لاکھوں کروڑوں گیلیکسز کا لامتناہی جال اس توانائی کا ایک بہت بڑا منبع ہے۔ کائنات منفی توانائی کو ذخیرہ کرنے والی ایک بہت بڑی بیٹری تصور کی جا سکتی ہے۔ چیزوں کی مثبت شکل جیسا کہ کمیت اور توانائی ہمیں نظر آتی ہے وہ ٹیلے جیسی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں بننے والا گڑھا، چیزوں کی منفی سائڈ، پورے خلاء میں پھیلا ہوا ہے۔

سائنسدان تو یہ جانتے ہیں کہ کائنات میں مادہ اپنی شکل اور ہیئت بدلتا رہا ہے۔ عام خیال یہی ہے کہ کائنات ایک بہت بڑی جگہ ہے جس میں بڑے بڑے فلکی اجسام بھی ہیں اور ایٹم جیسی بہت چھوٹی چیزیں بھی۔ عام آدمی کا یہی خیال ہے کہ کائنات مجموعی طور پر شروع سے ہی ایسی تھی اور اس میں کسی قسم کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ لیکن نہیں! کائنات بدل رہی ہے اور اس میں ڈرامائی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ کائنات کی تخلیق کے پیچھے ایک کہانی ہے۔ اس کا آغاز، بیچ کا (درمیانی) عرصہ جس میں اس وقت ہم ہیں اور شاید مستقبل بعید میں اس کا خاتمہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا

(الانبیاء:21)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔

قرآن کریم میں سورۃ الانبیاء کی یہ آیت کائنات کے اسرار پر سے ایسا پردہ اٹھاتی ہے جو اس زمانے کے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ یہ ساری کائنات ایک مضبوطی سے بند کئے ہوئے ایسے گیند کی شکل میں تھی جس میں سے کوئی چیز باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ پھر ہم نے اس کو پھاڑا اور اچانک ساری کائنات اس میں سے پھوٹ پڑی۔ صدیوں کی تحقیق کے بعد بیسویں صدی کے وسط میں جدید

علم تخلیقیات (Cosmology)

علم فلکیات (Astronomy)

اور علم فلکی طبیعات (Astrophysics)

کے ماہرین نے بالکل یہی نظریہ منظر عام پر پیش کیا کہ کائنات کی تخلیق ایک صفر درجہ جسامت کی اکائی سے ہوئی۔ بگ بینگ نظریہ کی اس سے معقول تشریح و توضیح ہو ہی نہیں سکتی۔

اس طرح سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ سائنس کے اس نظریہ میں کتنی صداقت ہے۔ اسے جانچنے کیلئے ہمیں تھوڑا پیچھے جانا ہو گا۔

(باقی کل ان شاء اللہ)

دعا کا تحفہ

دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے یہ دعا کی۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ

(الاعراف:157)

اور تو ہمارے لئے اس دنیا میں بھی نیکی لکھ اور آخری زندگی میں بھی (نیکی لکھ) ہم تو تیری طرف آ گئے ہیں۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ6)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: جاوید اقبال ناصر۔ مربی سلسلہ جرمنی

افطاری تے مہمان داری

جرمنی کی جماعت Wittlich کی ایک خدمت گزاری

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک روزہ دار صبح کے وقت روزہ رکھنے کے لیے جو کھاتا ہے اسے سحری اور شام کو روزہ کھولنے کے وقت جب کچھ منہ میں ڈالتا ہے تو اس کو اسلامی اصطلاح میں افطاری کرنا کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں افطاری یا افطار کا نام تو نہیں لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے روزہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ’’ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیۡلِ ‘‘یعنی روزے کو رات تک پورا کرو۔ اس حکم کی تعمیل میں رات کے وقت جب روزے داروں کو کچھ روزہ کھولنے کے لیے پیش کیا جائے تو اس کو افطار کروانا کہتے ہیں اور افطار میں جو تناول کیا جاتا ہے اسے افطاری کہتے ہیں۔ افطار عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے کھولنے یا ختم کرنے کے ہوتے ہیں۔ ’’فَطَرَ الشَّیءَ ‘‘ کسی چیز کے پھاڑنے

کو کہتے ہیں اور ’’فَطَرَ الصَّائِمَ‘‘ روزہ دار کا روزہ افطار کروانے کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے ہم معنی الفاظ اختتام روزہ، روزہ کشائی اور اتمام صوم ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’مَنۡ فَطَّرَ صَائِمًا کَانَ لَہُ مِثۡلُ أَجۡرِھِمۡ مِنۡ غَیۡرِ أَنۡ یَنۡقُصَ مِنۡ أُجُورِھِمۡ شَیۡئًا‘‘ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، بَابٌ فی ثَوَابِ مَنۡ فَطَّرَ صَائِمًا) کہ جو کوئی کسی روزہ دار کا روزہ افطار کروائے تو اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری میں اس رمضان کے مہینے میں مورخہ 30 اپریل کو زیر تبلیغ جرمن مہمانوں کو مسجد بیت الحمد وِٹلش میں افطاری پر مدعو کیا گیا۔ ایک مقصد جرمن دوستوں کو افطاری پر مدعو کرنے کا یہ بھی تھا کہ یہاں کے لوگوں کو بتایا جائے کہ روزہ کیا ہے؟ اور مسلمان کس طرح روزہ افطار کرتے ہیں؟ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے صدر صاحب جماعت نے خدام الاحمدیہ کے قائد صاحب کے مشورہ سے تاریخ مقرر کی اور اس کی publicity اور تشہیر کی گئی۔ وقت مقررہ سے قبل ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مہمانوں کا استقبال مسجد کے گیٹ پر کیا جاتا رہا۔ افطاری کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل اس پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا۔ جس کی سعادت ذیشان بٹ صاحب کو ملی اور پڑھی گئی آیات کا جرمن میں ترجمہ عمران ظفر صاحب نے پیش کیا۔ سیکریٹری سٹیج کے فرائض لیبد محمود صاحب نے ادا کیے۔ مکرم انصر احمد صاحب مربی سلسلہ Koblenz نے video project کی مدد سے حاضرین کو روزہ کی افادیت و برکات بتاتے ہوئے سحری و افطار کے طریق کار بھی بتائے۔ اسی طرح سائنس کی نئی تحقیق سے روزہ کے جسمانی فوائد سے بھی آگاہی کروائی۔ آپ نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات بھی دیئے اور دعا کروائی۔ افطاری کے وقت روزہ افطار کرنے کے لیے سب کو کھجوریں پیش کی گئیں۔ صدر صاحب جماعت نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور کھانے کی میز کی طرف آنے کی دعوت دی۔ پاکستانی و جرمن dishes سے مہمان داری کی گئی۔ میٹھے کے طور پر Kuchen یعنی کیک پیش کیا گیا۔ مہمانوں نے اس پروگرام کی تعریف کی اور دوبارہ بھی جماعت کے پروگرامز میں آنے کا عندیہ دیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنے خاص فضلوں و رحمتوں کی بارش نازل کرتا چلا جائے جنہوں نے اس پروگرام کو کامیاب کرنے میں حصّہ لیا۔ آمین ثم آمین

فقہی کارنر

تکبیر پڑھ کر پرندہ شکار کرنا

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ غلیل سے جو پرندے مارے جاتے ہیں ان کی بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تکبیر پڑھ کر مار لیا کرو اور فرماتے تھے کہ غلیل اور بندوق کا حکم بھی تیر کی طرح ہے۔ یعنی اگر جانور ذبح سے پہلے ہی مر جائے تو وہ حلال ہے۔ یہ ذکر اس بات پر چلا تھا کہ بھائی عبد الرحیم صاحب اکثر پرندے غلیل سے مار کر لایا کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا کئی پرندے وہیں ذبح سے پہلے مر جاتے ہیں۔ تو بھائی جی ان کو حرام سمجھ کر چھوڑ آتے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ تکبیر پڑھ کر مار لیا کریں۔ پھر ذبح سے پہلے مر بھی جائیں تو جائز ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی جانور ذبح کرنے سے پہلے مر جاوے یعنی ذبح کرنے کا موقع نہ ملے تو تکبیر پڑھنے کی صورت میں وہ جائز ہے۔ یہ مراد نہیں کہ ذبح کا موقع ہو مگر پھر بھی ذبح نہ کیا جائے۔

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 599۔600)

ایک سوال کے جواب میں فرمایا:۔

’’تکبیر پڑھ کر بندوق مارے، شکار مر جاوے تو حلال ہے۔‘‘

(الحکم 10 فروری 1907ء صفحہ 4)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)

ایک سبق آموز بات

دماغی ماہرین کہتے ہیں کہ انسانی دماغ میں روزانہ 95000 کے قریب سوچیں موجود ہوتی ہیں جن میں سے 99 فیصد سوچیں پرانی ہی ہوتی ہیں اور نئی سوچ صرف ہمارے نئے اور بہتر ردعمل سے جنم لیتی ہے۔ یہی نئی سوچ دراصل آئندہ کے لئے ہمارا رویہ تبدیل کر کے پہلے سے بہتر بناتی ہے۔

کاشف احمد

طلوع وغروب آفتاب

04 جون 2022ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:11	19:00
مدینہ منورہ	04:02	19:08
قادیان	03:45	19:31
ربوہ	03:25	19:10
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:22	21:12